احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مئی 2013ء

الیکشن کمیشن کی غیر آئینی تشکیل کیوں؟

سازش بے نقاب

کرپٹ نظام سے لڑنا ہوگا
11 مئی کو دھرنا ہوگا

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

وہ صاحبِ کُن، مالکِ کل، خالقِ انوار
وہ قادرِ مطلق ہے ہر اک چیز کا مختار
رحمٰن و رحیم اور ہے سبحان و صمد بھی
قہّار ہے جبّار ہے ستّار ہے غفّار
پروان چڑھاتا ہے وہ دانے کو زمیں میں
اور اس کو بناتا ہے وہی نخلِ ثمر بار
تسبیح میں مشغول ہیں اس کی مہ و ماہی
الحمد کا قائل ہے وہی حمد کا حق دار
ہر عکس ہے آئینۂ اوصافِ مصوّر
یہ ارض و فلک صنعتِ باری کا ہیں شہکار
خلاّقِ دو عالم کی تجلی کا ہیں پَر تو
مچھلی ہو سمندر میں کہ ہو مہرِ ضیا بار
ہے معجزہ حسن ہر اک منظر فطرت
تفسیر ہیں جنت کی چمن، چشمہ و کہسار
آباد ہر اک دشت میں حیرت کا جہاں ہے
اسرار و معارف کا دبستاں ہے چمن زار
اک واسطہ ہے بندہ و معبود کے مابین
وہ باعثِ کن منبع و سرچشمۂ انوار
ہیں نغمہ گرِ حمد و ثنا بحر کی موجیں
اور وجد کے عالم میں گل و غنچہ و اشجار
معراج ہے شہزادؔ یہی میرے ہنر کی
ہوں واصفِ خلاّقِ جہاں، ناعتِ سرکار

(شہزاد مجددی)

نعت بحضور سرورِ کونین ﷺ

مدینے کا میں منگتا ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
درِ عالی پہ آیا ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
کسی بھی ہمسفر کی اب ضرورت ہی نہیں باقی
میں تنہا گھر سے نکلا ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
کہاں جائے گی طیبہ کے سوا، معلوم تھا مجھ کو
ہوا کے سنگ اترا ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
قدم بوسی کا مجھ کو پھر شرف بخشیں، مرے آقاؐ
غبارِ راہِ طیبہ ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
ہوا تحریر کرتی ہے مجھے اوراقِ ہستی پر
حضوری کا عریضہ ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
جوارِ گنبدِ خضرا میں اڑنے کی اجازت دیں
میں اک زخمی پرندہ ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
سنہری جالیوں کے سامنے آنسو نہیں تھمتے
میں کب سے دست بستہ ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
میں تصویرِ ادب بن کر بجا آداب لاتا ہوں
غلامی کا میں پٹکا ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
مواجہے کی فضاؤں میں، ہزاروں التجاؤں میں
میں ساری رات روتا ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
مری کاغذ کی کشتی آج بھی گیلی کی گیلی ہے
سمندر پار رہتا ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں
ریاضؔ مضطرب کو چادرِ رحمت عطا کیجئے
برہنہ سر میں بیٹھا ہوں، کرم سرکارؐ فرمائیں

(ریاضؔ حسین چودھری)

مستقبل کے پاکستان میں مثبت تبدیلی کی شرط

وقت بے رحم واقعات کے تسلسل سے آنکھ مچولی کرتا ہوا ''قومی انتخابات'' کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ضعیف و ناتواں نگران حکومتیں غیر آئینی الیکشن کمیشن کے ''ضابطہ ہائے اخلاق'' کی تنفیذ و تکمیل کا تکرار کرتے ہوئے قوم کو صاف و شفاف قیادت کی فراہمی کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہیں۔ ایک طرف کراچی، حیدر آباد، کوئٹہ، پشاور اور فاٹا میں آئے روز سیاستدانوں پر خودکش حملوں کا نیا سلسلہ شروع ہوچکا ہے اور دوسری طرف ہزاروں امیدواروں کے درمیان انتخابی دنگل سجنے جارہا ہے۔ قوم کو مبارک ہو کہ ان کے ''نجات دہندہ'' انتخابی نشان اور پارٹی کی معمولی تبدیلی کے ساتھ کم و بیش وہی ہوں گے جو گذشتہ کئی دھائیوں سے چلے آرہے ہیں۔ ہاں فرق یہ ہوگا کہ سابقہ حکمران اب ذرا بزرگ ہوگئے ہیں اور ان کے دائیں بائیں ان کے بیٹے، بھتیجے یا پوتے نواسے قطار در قطار کھڑے نظر آئیں گے۔ یعنی اس منافع بخش سیاسی گھما گھمی میں جہاں ایک آدھ وڈیرہ لوٹ مار میں مصروف نظر آیا کرتا تھا اب اس کے ساتھ کئی ''تجربہ کار'' معاونین بھی جلوہ افروز ہوں گے۔۔۔ یہ ہے مستقبل کا پاکستان۔۔۔

بدقسمتی سے نسل در نسل کرپشن اور لوٹ مار کے اس کھیل کو ہمارے ہاں جمہوریت کا نام دے دیا گیا ہے۔ اسی جمہوریت کو ہر پانچ سال بعد ''پروان چڑھانے'' کے لئے انتخابی معرکے بپا ہوتے ہیں جن میں کرپٹ نظام کے محافظ دولت، اسلحہ، دھونس، دھاندلی اور ہر ممکنہ فراڈ کو بروئے کار لاتے ہوئے سادہ لوح عوام سے دھوکا کرکے اقتدار کے ایوانوں میں براجمان ہوجاتے ہیں۔ جو ایوان قانون سازی کے لئے بنائے گئے ہیں وہاں سرمایہ سازی کے لئے ساز باز کا کام کیا جاتا ہے۔ باقی قومی اداروں کی تباہی کا اندازہ آپ خود کرلیں۔ چوکفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی؟ یا اس کی تازہ مثالیں آپ کو گذشتہ حکومتی ایوانوں سے ملیں گی جہاں مدت ختم ہونے کے بعد بھی آخری لمحے تک ڈویلپمنٹ فنڈز کے نام سے دل کھول کر وزرائے اعلیٰ اور وزیر اعظم نے ہر حلقے کے نمائندوں کو نوازا جواب ان کی الیکشن مہم پر خرچ ہورہا ہے۔ حتی کہ آئندہ جون تک کے بجٹ کا پیسہ بھی یہ ''عوام دوست'' نمائندے مارچ میں لے اڑے ہیں اب خزانہ خالی ہے اور سننے میں آرہا ہے کہ حکومت کے پاس چند ہفتوں کا زر مبادلہ باقی ہے، مقصد یہ کہ ملک کے اثاثے لوٹ کر لے جانے والے ایک مرتبہ پھر عوام کے دکھ درد کا مداوا کرنے حکومتی ایوانوں کا رخ کررہے ہیں۔

''جمہوریت''، ''عوامی خدمت'' اور ''ملکی خوشحالی'' جیسے خوشنما الفاظ کا استعمال اب ایک بے معنی روایت کے طور پر باقی ہے ورنہ فی الحقیقت پاکستان میں ہر کہیں بدترین آمریت، عوام دشمنی اور ملکی وسائل کی لوٹ مار جاری ہے۔ جن عرب ریاستوں میں بادشاہت اور شہنشاہیت جاری ہے یا جہاں آمریت کا تختہ الٹ دیا گیا ہے وہاں تو ایک حکمران یا اس کا خاندان وسائل کی لوٹ مار کے جرم میں ملوث ہیں لیکن ہمارے ہاں نام نہاد جمہوریت کے پردے میں چند ہزار افراد اور ان کے خاندان لوٹ مار اور کرپشن کے حصہ دار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ سال شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے پہلی بار ناصر باغ کے جلسہ عام میں اس نظام کی خرابیوں اور اس کے محافظ کرداروں کا پردہ چاک کیا تھا۔ تب سے تحریک کی اندرون و بیرون تنظیمات بیداری شعور مہم کے ذریعے اس نظام انتخاب کی سیاہ کاریوں کے خلاف سینہ سپر ہوچکے ہیں۔ 23 دسمبر 2012ء مینار پاکستان کا عدیم المثال عوامی اجتماع اور اس کے بعد لاہور سے اسلام آباد کا پانچ روزہ عوامی لانگ مارچ اسی کرپٹ نظام کے خلاف پرامن احتجاج تھا۔ اس عوامی اجتماع اور لانگ مارچ کے دوران شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ نے عالمی میڈیا سمیت پاکستانی خواص و عوام کو آئین پاکستان کی ان شقوں کی طرف متوجہ کروایا جن میں

منتخب نمائندوں کا صادق اور امین ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ موجودہ صورت حال اس سے قطعاً برعکس ہے۔ ماسوا چند لوگوں کے اکثریت ٹیکس چور، رسہ گیر، کرپشن میں ملوث اور راشی لوگوں پر مشتمل ہے جن سے ہمارے قومی اور صوبائی ایوان بھرے پڑے ہیں۔ ایسے لوگوں کی موجودگی میں اگر سو سال بھی انتخابات ہوتے رہیں تو حقیقی تبدیلی ممکن نہیں۔ لوگ اسی طرح اپنی بنیادی ضروریات کو ترستے رہیں گے اور یہ جدی پشتی چور اچکے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنی تجوریاں بھرتے رہیں گے۔ چنانچہ تحریک کی طرف سے اس ملک گیر احتجاج کے بعد پہلی بار عدلیہ اور الیکشن کمیشن نے 63,62 کی شرائط پر عمل کرنے کا ڈھنڈورا پیٹا مگر چونکہ نیت میں کھوٹ تھا اور الیکشن کمیشن کی تشکیل ہی بدنیتی پر مبنی تھی اس لئے یہ محض شور ہی رہا۔ بلکہ امیدواروں سے اس مرتبہ سکروٹنی کے نام پر جو مضحکہ خیز سوالات کئے گئے وہ پوری دنیا میں پاکستان کے عدالتی نظام کو بدنام کرچکے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ موجودہ حالات میں ''الیکٹ ایبل'' لوگ ہر طرح کی مالی کرپشن میں ملوث ہیں مگر کسی ریٹرننگ افسر نے کسی رشوت خور بنک کرپٹ، جعلی ڈگری ہولڈر یا نادہندہ کو نااہل قرار نہیں دیا۔ قائد تحریک اسی لئے اس کمزور جانبدار اور بدنیت الیکشن کمیشن کو عدالت عالیہ میں چیلنج کرنے گئے تھے مگر اعلیٰ عدلیہ خود جانبدار نکلی اور پورے تین روز ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ''نیت'' کی ''صداقت'' کا کھوج لگاتی رہی۔ اب جب کہ تقریباً سب بڑی چھوٹی مچھلیاں اپیلیں کر کے واپس آچکی ہیں تو لوگوں کو سمجھ آرہا ہے کہ الیکشن کمیشن دراصل آنکھیں بند کرکے پرانے چہروں کو قومی سیاسی دھارے میں رکھنے پر مصر ہے۔ حالانکہ ان امیدواروں میں کروڑوں اربوں کے قرض معاف کروانے اور ملک کا سرمایہ لوٹ کر اپنی جائیدادیں بنانے والے افراد بدستور شامل ہیں۔ اب وہ لوگ جو تحریک کے احتجاج پر تنقید کررہے تھے، برملا ان کے موقف کی تائید کرتے نظر آتے ہیں، مگر یہ بے وقت کی راگنی ہے۔ اس نظام زر کے تمام نمائندگان خواہ ان کا تعلق انتخابی معرکوں سے ہے یا وہ ان کے تائید کنندگان اینکر پرسن اور کالم نگار ہیں یا پھر کسی اور شعبے سے وابستہ سب کے سب پاکستان کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ اب تو وزارت اطلاعات کے خفیہ فنڈ کے حصہ دار ''معزز صحافیوں'' کے چہروں سے بھی شرافت اور دیانت کے پردے چاک ہوچکے ہیں۔ آہستہ آہستہ تمام طبقات طشت از بام تو ہوں گے مگر اس وقت تک شاید بہت دیر ہوچکی ہوگی۔

مملکت خداداد کے خلاف سنگین سازش پنپ رہی ہے جس کا ایک پہلو دہشت گردی سے پروان چڑھ رہا ہے اور دوسرا سیاسی اور معاشی کرپشن سے۔ تحریک منہاج القرآن کے کارکنان، تنظیمات اور نوجوان خواتین وحضرات نے شیخ الاسلام کی جرأت مندانہ قیادت کے زیرسرپرستی اس کھلی سازش کے خلاف اعلانِ بغاوت کردیا ہے۔ اب ہرصورت ان لٹیروں کو ناکام بنانا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو دنیا کے سامنے نشانِ عبرت بنانا ہے۔ لہذا ہم جس طرح پہلے الیکشن کمیشن کو غیر آئینی سمجھتے ہوئے الیکشن کی مشق کو قومی وسائل کا ضیاع سمجھتے تھے، اسی طرح اب بھی سمجھتے ہیں۔ تحریک نے 11 مئی کو یوم جمہوریت کے بجائے یوم احتجاج کے طور پر منانے کا اعلان کررکھا ہے۔ یہ احتجاج ہر سطح پر ہر ممکن طریقے سے موثر ہونا چاہئے تاکہ باشعور عوام کو اس کرپٹ نظام انتخاب سے دور رکھتے ہوئے حقیقی تبدیلی کے لئے آمادہ کیا جائے۔ موجودہ نظام انتخاب میں جب تک مثبت تبدیلیاں نہیں آجاتیں اس میں شمولیت برائی کا حصہ بننے کے مترادف ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ''مومن ایک سوراخ سے دو بار ڈسا نہیں جاسکتا'' مگر ہم کیسے اہل ایمان ہیں جو ملک وملت کی تقدیر بدلنے کے لئے پرعزم ہیں مگر اسی نظام سے گذشتہ 65 سالوں سے ڈستے چلے آرہے ہیں۔ مستقبل کے پاکستان میں مثبت تبدیلی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک اس کرپٹ نظام کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک نہ دیا جائے۔

ڈاکٹر علی اکبر قادری

باطل طاقتوں کی فکری وحدت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب ☆

مرتب: محمد یوسف منہاجین // معاون: محمد طاہر معین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ. (یونس: ۸۳)

’’پس موسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی قوم کے چند جوانوں کے سوا (کوئی) ایمان نہ لایا، فرعون اور اپنے (قومی) سرداروں (وڈیروں) سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں (کسی) مصیبت میں مبتلا نہ کر دیں، اور بے شک فرعون سرزمینِ (مصر) میں بڑا جابر و سرکش تھا اور وہ یقیناً (ظلم میں) حد سے بڑھ جانے والوں میں سے تھا‘‘۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حکومت فرعون کا ذکر کیا۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ 9 معجزات دیکھے۔ آپ کی سچائی اور آپ کے نبی اور رسول ہونے کے قرائن و علامتوں کو دیکھا لہذا ان کے پاس آپ کی نبوت و رسالت کو جھٹلانے کا کوئی جواز اور انکار کی وجہ نہ تھی۔ اس کے باوجود قرآن مجید بیان کررہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم جو مصر میں آباد تھی ان میں سے چند غریب لوگ ہی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اس قوم کی بھاری اکثریت آپ پر ایمان نہ لائی۔

مشنِ موسوی

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و استبداد سے رہائی دلوانا چاہتے تھے۔ یہ ایک انقلابی مشن و پروگرام تھا۔ اس انقلابی پیغام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون تک براہ راست پہنچانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کے پاس گئے کہ

اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ.

’’ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے (رسول) ہیں سو تو بنی اسرائیل کو (اپنی غلامی سے آزاد کرکے) ہمارے ساتھ بھیج دے‘‘۔ (بنی اسرائیل: ۴۷)

اس پیغام کو سن کر فرعون آگ بگولہ ہوگیا اور اپنے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر بھی قوم بنی اسرائیل کی آزادی کے پیغمبرانہ پیغام کو ماننے سے انکار کردیا۔ نتیجتاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان بنی اسرائیل کی آزادی کے معاملے پر براہ راست ٹکراؤ کا آغاز ہوگیا۔

آیئے آج کے معاشرے اور حضرت موسیٰ علیہ

☆ خطاب نمبر: Hb-21 (23-10-92)

السلام کے زمانے کے معاشرے کا ایک پہلو سے موازنہ کرتے ہیں:

۱۔ ایک معاشرہ وہ ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی و رسول خود موجود ہیں، قوم اپنی آنکھوں سے ان کے معجزات بھی دیکھ رہی ہے۔

۲۔ دوسرا معاشرہ آج کا ہے، جس میں حضور ﷺ کی ختم نبوت کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا اور یہ معاشرہ حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان کے عقیدہ کے ساتھ قائم ہے۔ اب اس قوم کو حق کی طرف بلانے کے لئے معجزات دکھانے والا کوئی نہیں۔ بس پیغمبرانہ سنت کی صورت میں ایک جدوجہد جاری ہے۔

باطل طاقتوں کے ہتھکنڈے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس معاشرے میں رسول بنفس نفیس موجود ہیں اور معجزات اپنی قوم کو دکھا رہے ہیں۔ لیکن اتنی واضح صداقت اور حقانیت کے باوجود اس قوم کی اکثریت آپ پر ایمان کیوں نہ لائی؟ اس سوال کا جواب بھی قرآن مجید ہمیں عطا فرمار ہا ہے:

عَلٰی خَوۡفٍ مِّنۡ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِہِمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَہُمۡ.

”اور اپنے (قومی) سرداروں (وڈیروں) سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں (کسی) مصیبت میں مبتلا نہ کردیں“۔ (یونس:۸۳)

بنی اسرائیل کے لوگ اپنے مال و جان کے فرعون اور اس کے حواریوں کے ہاتھوں ضیاع کے خوف سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ حکومت و سلطنت فرعون کے ہاتھ میں تھی۔ وہ بڑا آمر، جابر، ظالم اور استحصالی شخص تھا۔ اس کے ظلم و جبر کی ایک بڑی مثال قرآن مجید نے بیان فرمائی کہ اگر قوم بنی اسرائیل میں لڑکے پیدا ہوتے توان کوقتل کروادیتا اورلڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا، فرعون کے ظلم سے ڈرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر بھی اکثریت ایمان نہ لائے۔ انہیں خوف یہ تھا کہ اگر ہم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو فرعون اور اس کے حواری ہمیں تباہ کردیں گے اور جان سے ماردیں گے۔ گویا وہ معجزات دیکھنے کے باوجود فرعون کے ظلم کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ انہیں خطرہ تھا کہ اگر انہیں معلوم ہوگیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر انقلاب میں شامل ہوگئے ہیں، تو وہ ان کو مروا دے گا، ان کے گھر مسمار کروادے گا، جھوٹے مقدمہ کروادے گا، ان کی آسائشیں چھین لے گا۔ جیسا آج کے ظالم و استحصالی حکمران اپنے مخالف کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے تمام ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ وہ کسی قیمت پر مخالف کا ابھرنا گوارا نہیں کرتے۔

گویا اکثریت دل سے حق کو مانتی ہے مگر وہ بھی حکمرانوں کے جبر سے ڈرتے ہوئے حق کا ساتھ نہیں دیتے۔ قوم نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھے، مان گئے تھے کہ سچے رسول ہیں، ہماری آزادی اور بھلائی کے لئے جنگ لڑ رہے ہیں مگر کھل کر ان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے کیوں کہ انہیں خطرہ رہتا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیا تو فرعون ہمیں مصیبت میں مبتلا کردے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی آمرانہ اور ظالمانہ سوچ کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح معاشرے کے ظالم و جابر لوگ اپنے مفادات پر کاری ضرب پڑنے کے خدشے کے پیش نظر کس کس طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی سرکشی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اِذۡهَبَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی.

”تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک وہ سرکشی میں حد سے گزر چکا ہے“۔ (بنی اسرائیل:۴۳)

فرعون باغی و سرکش ہو چکا ہے، ہر شے اس کی گرفت میں تھی۔ قانون، معیشت، ملازمت الغرض ہر چیز پر اس کا قبضہ تھا۔ کسی شخص کو دیکھتا کہ میری حکومت و سلطنت اور جھوٹی خدائی کے خلاف جارہا ہے تو اس کو نیست و نابود کردیتا۔

اس آیت کریمہ کے ذریعے امت مسلمہ کو سبق دیا جارہا ہے کہ

باطل کی اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
ہے کیا حسین فریب جو کھائے ہوئے ہیں ہم

ہماری سوچ یہ ہوگئی ہے عام مذہبی طبقہ، دین دار لوگ، شریف لوگ، ان کا کام صرف وعظ و تبلیغ کرنا ہے۔ وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں کے دل بدلیں گے تو خود بخود انقلاب آجائے گا۔ یہ سوچ قرآنی فکر کے خلاف ہے۔ اگر اقتدار ظالم، آمر، جابر استحصالی ٹولے کے ہاتھ میں رہے گا تو باطل کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز جو صرف وعظ و تبلیغ پر مبنی ہو، کوئی نتائج پیدا نہیں کرسکتی۔ اللہ کے پیغمبر سے معجزات دیکھنے کے باوجود قوم ایمان نہ لائی، صرف چند نوجوان جو ڈرتے نہیں تھے، جن کے اندر غیرت ایمانی تھی، موت کا ڈر نہ تھا، وہ اس بات سے خوف زدہ نہ تھے کہ فرعون سولی پر چڑھادے گا، گھر مسمار کرادے گا، جو اتنے نڈر ہوگئے تھے وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کھڑے تھے لیکن وہ لوگ جو ایمان نہ لاسکے وہ حق کو جانتے تھے مگر ظلم و بربریت کے ڈر سے، ملازمت و معیشت کے نقصان کے ڈر سے، کسی مقدمے کے ڈر سے، غنڈہ گردی کے ڈر سے ایمان نہ لائے۔ گویا شریف آدمی کی شرافت، بزدلی بن جاتی ہے۔ وہ حق کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا۔۔۔ ملازم کی ملازمت بزدلی بن جاتی ہے۔۔۔ کبھی دین دار لوگوں کی تبلیغ، مسجد کے انتظامیہ کے چندوں، مدرسوں کی سرکاری گرانٹ نہ ملنے کے خوف کی وجہ سے بزدلی بن جاتی ہے۔۔۔ لہٰذا اس بزدلی کے رویہ کو دور کرنے کے لئے قرآنی اصول یہ ہے کہ جب تک اقتدار باطل کے پاس رہے معاشرے میں انقلاب نہیں آتا۔ ایمان کی قوت مضبوط نہیں ہوتی اور عملاً حالات نہیں بدلتے۔

طبقاتی تقسیم کی وجہ

آمروں اور ظالموں کا طریقہ کار ہوتا ہے کہ وہ اپنی کرسی کو مضبوط کرنے کے لئے اور باطل نظام کو غالب رکھنے کے لئے طاغوتی استعماری طاقتوں کا استعمال کرتے ہوئے معاشرے کے لوگوں میں طبقاتی تقسیم پیدا کردیتے ہیں۔ اس طبقہ کی اس سوچ کو بھی قرآن نے واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ.وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ .

”بے شک فرعون زمین میں سرکش و متکبّر (یعنی آمرِ مطلق) ہوگیا تھا“۔ اور اس نے اپنے (ملک کے) باشندوں کو (مختلف) فرقوں (اور گروہوں) میں بانٹ دیا تھا اس نے ان میں سے ایک گروہ (یعنی بنی اسرائیل کے عوام) کو کمزور کردیا تھا “۔ (القصص: ۴)

قرآن مجید 1400 سال پہلے نازل ہوا اور فرعون اور اس کے گماشتوں کی 3000 سال پہلے کی بات کررہا ہے۔ اس کا اطلاق آج بھی سو فیصد آج کے حالات پر ہورہا ہے۔ یہ قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ظالم استحصالی اور طاقتور لوگ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر کردیتے ہیں اور متوسط درجہ کے لوگوں کو غربت تک پہنچادیتے ہیں۔ یہ ایک طبقاتی تقسیم ہے۔ امراء اور اہل اقتدار کے مفاد ایک ہوجاتے ہیں۔ قوم کے خزانے ایک دوسرے میں تقسیم کردینا، سیاسی رشوت دینا، معمول کی بات ہے۔ باطل مفادات کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں چونکہ ان کی بقاء

ایک دوسرے کے ساتھ تعاون میں ہوتی ہے۔ دوسری طرف غریب طبقہ کی سوچ صرف دو وقت کی روٹی تک ہی محدود کردی گئی ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے فرمایا کہ

ایک طبقے کو اتنا کمزور کردیا اور ان کا اتنا استحصال کردیا کہ وہ اٹھ نہ سکیں، ان میں آواز اٹھانے کی جرات نہ رہی، ان کی سوچ ہی چھوٹی چھوٹی ضروریات و خواہشات کی تکمیل تک رہ گئی۔ تین وقت کا کھانا ہی مل جائے۔۔۔ بچی کی شادی ہوجائے۔۔۔ اولاد کو پڑھالوں۔۔۔ کہیں ملازمت لگوادوں۔ چنانچہ انہی ضروریات کی تکمیل کے لئے وہ جاگیردار کے پاس جائے گا مثلاً وہ اسے دو چار سال تک چکر لگوا کر اس کے بیٹے کو کہیں بھرتی کروا دے گا تاکہ یہ شخص اس کا احسان مند ہوجائے۔ وہ اس کے حقے بھی جلائے، اس کا ڈیرہ بھی صاف کرے، ڈیرے کی رکھوالی بھی کرے، اس کے لئے چٹائیاں بھی بچھائے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ ان کا شعور ہی مرجائے۔ ملکی سطح پر کیا ہورہا ہے ان معاملات میں کبھی وہ دلچسپی ہی نہ لے اور اس کو اپنے حق کی خبر تک نہ رہے۔ آج بھی یہی صورت حال ہے۔ دیہاتوں میں چلے جائیں ان کے پاس سوچ ہی نہیں ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہورہا ہے، ان کے سوچنے کی سکت چھین لی گئی، وہ تبدیلی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اگر وہ سوچتے ہیں تو ان کے اندر حق کی آواز اس معاشرے کے وڈیرے کے خوف سے نہیں اٹھ سکتی۔ اس لئے کہ وڈیرے ان کی جانور چوری کروائیں گے، پھر منتیں سماجتیں کروا کر چھڑوا بھی دیں گے۔۔۔ وہی ان کے خلاف جھوٹے مقدمے کروائیں گے، پھر اپنی سفارش سے بری بھی کروائیں گے تاکہ غریب اس کا احسان مند اور شکر گزار رہے۔ ان حالات میں غریب نے عمر بھر شکریہ ہی ادا کرنا ہے کہ میں جیل چلا گیا تھا تو مجھے فلاں نے چھڑوادیا۔ اس کو سمجھ ہی نہیں آئے گی کہ اسے اس مقدمہ میں پھنسایا کس نے تھا۔ اس لئے کہ اس وڈیرہ شاہی، استحصال اور جاگیردارانہ نظام نے ان کی سوچ، آزادی اور قومی سطح پر انقلاب کی سوچ ختم کردی، بالکل تباہ حال کردیا۔

جرأت وحیاء کے خاتمہ کے اقدامات

قرآن مجید ان باطل قوتوں کے ان تمام مختلف ہتھکنڈوں کو بے نقاب کرتا ہے جنہیں وہ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرعون کے ایک اور ہتھکنڈے کو یوں بے نقاب کیا گیا کہ

يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَ هُمۡ وَيَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَ هُمۡ .

”ان کے لڑکوں کو (ان کے مستقبل کی طاقت کچلنے کے لیے) ذبح کر ڈالتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا (تاکہ مردوں کے بغیر ان کی تعداد بڑھے اور ان میں اخلاقی بے راہ روی کا اضافہ ہو)“۔ (القصص:۴)

اس کو بتایا گیا تھا کہ تیرا تختہ الٹنے والا پیدا ہونے والا ہے لہذا اس خوف سے کہ وہ کہیں پیدا نہ ہوجائے، فرعون لڑکے مروادیتا۔ اس لئے کہ نوجوانوں میں ڈر اور خوف نہیں ہوتا، نڈر ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جوں جوں زندگی کی ذمہ داریاں بڑھتی جاتی ہیں تو یہ مجبوریاں انسان کو بزدل کردیتی ہیں۔ فرعون بچوں کو اس لئے مارتا تھا کہ جوان ہونگے اور جوان ہوکر کہیں میرا تختہ نہ الٹادیں۔ ایک انقلاب کا ماحول نہ بن جائے۔ لڑکیوں کو اس لئے زندہ رکھتا تھا کہ جس معاشرے میں لڑکیاں زیادہ ہوں گی اس معاشرے میں فحاشی اور عریانی عام ہوجائے گی۔

۱۔ ایک طرف وہ چاہتا تھا کہ اس معاشرے میں جرأت پیدا نہ ہو۔

۲۔ دوسری طرف وہ اس معاشرہ کو بے حیائی کا معاشرہ بنانا چاہتا تھا کیونکہ اگر بے حیائی اور بدکاری بڑھتی چلی جائے تو

غیرت مرجاتی ہے اور لوگ اٹھنے کے قابل نہیں رہتے۔

آج میڈیا کے ذریعے حکمران اور دیگر طاغوتی طاقتیں فحاشی و عریانی کو فروغ دے رہی ہیں۔ یہ سب کچھ وہ کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کو خبر نہیں کہ ان کے گھروں میں ان کے بچے اور بچیاں بھی دیکھتے ہیں، بے حیائی پھیل رہی ہے۔ یہ سب جاننے کے باوجود وہ اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں علم ہے کہ جس معاشرے میں بے حیائی آجائے گی وہ معاشرہ بزدل اور بے غیرت ہوجائے گا۔ ذہنی عیاشی انسان کو بزدل کرتی ہے۔۔۔ خیالات میں عیاشی آجائے گی۔۔۔ لوگ فحاشی پرست ہوجائیں گے۔ جوں جوں یہ چیزیں بڑھتی چلی جائیں گی، قوم بے غیرت اور بزدل ہوگی اور انقلاب کے امکانات کم ہوتے چلے جائیں گے۔ حکمرانوں کے گریبان میں ہاتھ ڈالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ جو طریقے فرعون کے تھے وہ طریقے آج بھی ہیں۔

کمزور طبقات پر الوہی احسان

پھر فرمایا: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ. (القصص: ۵)

’’اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ایسے لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں (حقوق اور آزادی سے محرومی اور ظلم و استحصال کے باعث) کمزور کردیے گئے تھے‘‘۔

اللہ رب العزت نے فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا تاکہ واقعہ کو سن کر لوگ ہر دور میں آمرانہ نظام کے پس منظر کو سمجھ جائیں۔۔۔ اس کے نظام کو سمجھ جائیں کہ فرعون صفت حکمران کس طرح طبقاتی تقسیم کرتے۔۔۔ کس طرح غریب کا استحصال کرتے۔۔۔ کس طرح غریبوں کو چکی میں پیستے۔۔۔ بے حیائی اور بدکاری کو عام کرتے۔۔۔ اور کس طرح اپنے حلقے میں پیسے بانٹ کر ان کو اپنا احسان مند و مشکور بناتے ہیں۔ یہ نظام جیسے فرعون کے دور میں تھا قیامت تک فرعون صفت لوگ اسی نظام، اسی طرزِ حکومت اور اسی طریقہ کار پر چلیں گے۔

اے غریب عوام! اے استحصال زدہ لوگو! اے پسے ہوئے لوگو سن لو! ظالم استحصالی لوگ تمہیں ظلم و جبر اور بربریت کی چکی تلے رکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تم پر احسان کرنا چاہتا ہے۔ اللہ پاک غریب عوام کو جھنجھوڑ رہے ہیں، انہیں غفلت کی نیند سے بیدار کررہے ہیں کہ غفلت کی نیند سے اٹھو، ہم تم پر احسان کرنا چاہتے ہیں اور تم غفلت کی نیند کو سینے سے لگائے ہوئے بیٹھے ہو۔

باری تعالیٰ کیا احسان کرنا چاہتے ہیں فرمایا:

وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً. (القصص: ۵)

’’اور انہیں (مظلوم قوم کے) رہبر و پیشوا بنا دیں‘‘۔

یعنی ہم چاہتے ہیں ظالموں سے اقتدار چھین کر تمہیں دے دیں۔ ان سے قیادت چھین کر غریبوں کو دے دیں۔ ہم انقلاب چاہتے ہیں۔ ہم ان لٹیروں، جاگیرداروں سے سلطنت چھین کر تمہیں دینا چاہتے ہیں، قیادت تمہیں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ اب بتاؤ! تمہارا ارادہ کیا ہے؟ اللہ پاک فرمارہا ہے کہ

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ. (القصص: ٦)

’’اور ہم انہیں ملک میں حکومت و اقتدار بخشیں۔ اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کی فوجوں کو وہ (انقلاب) دکھادیں جس سے وہ ڈرا کرتے تھے‘‘۔

یعنی فرعون کو اس کے وزیروں کو انجام تک پہنچائیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو عبرت ملے۔

صرف تبلیغ سے انقلاب ممکن نہیں

اللہ رب العزت نے اصول بیان فرمایا کہ خالی

تبلیغیں کرتے رہیں اور جدوجہد نہ کریں تو یہ انبیاء کا شیوہ نہیں ہے۔ باطل طاقتوں کا منصوبہ یہ ہے کہ فرعون صفت لوگوں کو للکارا نہ جائے۔۔۔ مدرسوں میں بے شک درس و تدریس کا عمل جاری ہے، مسجدوں میں تقریریں کی جائیں، مسلمانوں کا دھیان اپنے مذہب کی طرف رہے مگر وہ انقلاب کی طرف آگے نہ بڑھیں۔ امام حسینؑ سے بہتر فہم رکھنے والا کون تھا جنہوں نے مدینہ و مکہ چھوڑ کر کربلا آباد کیا۔ خالی وعظ و تبلیغ سے اگر انقلاب آجاتا، اس سے یزیدی اور فرعونی نظام بدل جاتا تو امام حسینؓ اپنے پورے خاندان کی قربانی نہ دیتے۔ یزید یہ چاہتا تھا امام حسینؑ صرف وعظ کریں اور لوگوں کو دین کی طرف دعوت دیں، سیاست میں ان کا کوئی دخل نہ ہو۔ مگر آپؓ نے یہ پیشکش ترک کردی۔ باوجود اس کے جب آپ امام مدینہ تھے تو ساری دنیا آپ کے ساتھ تھی مگر جب امامِ کربلا بنے تو 72 تن ساتھ تھے۔ خالی تبلیغوں سے کچھ نہیں بدلتا۔ جن کا لگاؤ مذہب سے ہے، وہ تبلیغیں سن کر اپنا وقت گزارتے ہیں۔ خالی وعظوں اور تبلیغوں سے انقلاب نہ آتے ہیں نہ آئیں گے۔ وہ انبیاء جن کو انقلاب کی ذمہ داری سونپی گئی انہوں نے ٹکر لی اور میدان میں آئے۔

جدوجہد ناگزیر ہے

اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ وہ ہمیں قیادت دیں، لیکن ہم اپنے حال کو بدلنے کے لئے اور اپنے آپ کو اس قیادت کا اہل بنانے کے لئے جدوجہد ہی نہیں کرنا چاہتے۔ نتیجتاً عذاب الٰہی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ. (الانفال: ۵۳)

’’یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو ہرگز بدلنے والا نہیں جو اس نے کسی قوم پر ارزانی فرمائی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ از خود اپنی حالتِ نعمت کو بدل دیں (یعنی کفرانِ نعمت اور معصیت و نافرمانی کے مرتکب ہوں اور پھر ان میں احساسِ زیاں بھی باقی نہ رہے تب وہ قوم ہلاکت و بربادی کی زد میں آجاتی ہے)‘‘۔

یعنی تمہارے اوپر عذاب الہیٰ آنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پاک جب کسی قوم کو ایک نعمت دیتا ہے تو صرف اس وقت واپس لیتا ہے جب وہ قوم خود نعمت کی ناقدری کرتی ہے۔ جب قوم یہ ثابت کردے کہ ہم اس نعمت کے اہل نہیں۔ ہمارے اندر غیرت نہیں رہی۔ وہ قوم جب اپنے بدتر حال سے نااہل ہونا ثابت کردے، خود کو ابتر بنالے تب اللہ کا عذاب آتا ہے۔ جیسے فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کا حال ہوا۔ یہ سارا ان کا اپنے آپ کے ساتھ ظلم کی وجہ سے ہوا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جن کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تحریک منہاج القرآن اور دین کی انقلابی خدمت

تحریک منہاج القرآن فقط وعظ و تبلیغ کا مشن نہیں یہ عالمگیر انقلاب کا مشن ہے۔ سیاست میں ہر مسلک کی بڑی بڑی مذہبی شخصیتیں رہیں مگر کسی کے خلاف یہ پروپیگنڈا نہیں کیا گیا کہ ان کو سیاست میں نہیں آنا چاہئے تھا مگر جب ہم ریاست کو بچانے کے لئے سیاست محمدی ﷺ کی طرز پر اس ملک میں سیاست کو رواج دینا چاہتے ہیں تو ہماری کردار کشی بھی کی جاتی ہے، الزامات بھی لگائے جاتے ہیں اور ہماری شرافت و دین کے لئے خدمات کو یاد کرکے کہا جاتا ہے کہ ان کا سیاست میں کیا کام۔

یاد رکھ لیں! یہ سامراجی اور طاغوتی طاقتوں کا بہت بڑا حربہ ہے کہ جس اٹھتی ہوئی تحریک سے انہیں خطرہ محسوس ہو اس کو دبانے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔ دین کی خدمت کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں:

۱۔دین کی روایتی خدمت ۲۔دین کی انقلابی خدمت

روایتی خدمت میں صرف اجرو ثواب ہوتا ہے۔انقلابی خدمت میں صرف اجروثواب نہیں ہوتا۔

سامراجی طاقتیں مسلمانوں کوصرف اجروثواب سے محروم نہیں کرنا چاہتیں، اگر ڈھیروں کے ڈھیر ثواب لے کر جنت چلے جائیں، مسجدیں قائم کریں، مدرسے قائم کریں تو اس سے باطل طاغوتی طاقتوں کو کوئی نقصان نہیں۔ دورہ حدیث ہو، ہزاروں علماء پیدا کریں، بستر اٹھا کر پوری دنیا میں تبلیغ پیدا کریں، ہر جگہ وعظ کریں۔ ایسی روایتی خدمت جو اللہ کی راہ میں مقبول ہو وہ سامراجی طاقتوں کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ وہ رکاوٹ تب بنتی ہیں جب دین پر کام صرف روایتی طرز سے نہیں بلکہ انقلابی طرز پر ہورہا ہو۔ جب دین ایک انقلابی قوت بن کر ابھر رہا ہو۔۔۔ عالم اسلام پر اس کے اثرات مرتب ہورہے ہوں۔۔۔ نئی نسل اس کی طرف راغب ہورہی ہو۔۔۔ تو وہ اس وقت جائزہ لیتے ہیں کہ یہ بڑی قوت بننے جارہے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی طرف جوانوں کا رجحان، نظم، بڑھتی ہوئی مقبولیت، ذوق، خیالات، رجحانات روایتی ہیں یا انقلابی۔ اگر روایتی ہو تو کچھ نہیں کرتے اگر انقلابی ہو تو وہ چونک جاتے ہیں اور ابھرنے نہ دیتے۔

تحریک منہاج القرآن ہو یا پاکستان عوامی تحریک، مصطفوی انقلاب کا پورا مشن اپنی دعوت و تبلیغ میں بھی انقلابی ہے اور اپنی تحریک میں بھی انقلابی ہے۔ اس فکر کو طاغوتی طاقتوں نے جانا اور سوچا کہ اگر یہ تحریک اٹھ گئی تو اس سے عالم اسلام میں ایک انقلاب آئے گا۔۔۔ اس کے اثرات دوسرے اسلامی ملکوں میں ہونگے۔۔۔ اگر یہ آواز ایک عالمی آواز بن گئی تو مصطفوی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ لہذا اس کے خلاف پروپیگنڈا کرو۔ اس کے خلاف مذہبی لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دو کہ ان کو سیاست میں نہیں آنا چاہئے تھا۔ یہ صرف درس دیتے، صرف کتابیں لکھتے، لیکن نظام بدلنے کے لئے کچھ نہ کرتے۔ اس سوچ سے سامراجی اور طاغوتی طاقتیں لوگوں کے ذہنوں کو پراگندہ کررہی ہیں۔

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ. مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ(الناس:۵.۶)

”جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے“۔

ذہن میں وسوسہ پیدا کرتے ہیں۔طرح طرح کی باتیں کرکے فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے اگر یہ تحریک اٹھ گئی تو انقلاب آجائے گا۔ حالت بدل جائے گی۔تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے رفقاء و کارکنان کو اس صورت حال میں معذرت خواہ نہیں چاہئے بلکہ جرأت مند ہونا چاہئے۔

مکی و مدنی دور کی اتباع

حضور ﷺ کی سیرت پاک مکی دور میں فقط مذہبی اور روحانی تربیت تھی۔۔۔ مدنی دور کے دس سال سیاسی انقلاب تھا۔۔۔ سیرت مصطفوی کی اتباع میں ہمارا مذہبی دعوت کا کام مکی دور کی اتباع ہے اور سیاسی جدوجہد کا کام آقا علیہ السلام کے مدنی دور کی اتباع ہے۔تحریک منہاج القرآن بیک وقت دونوں کی جامع ہے۔ جو جماعتیں مذہبی ہیں وہ سیاسی انقلاب کے قریب نہیں جاتیں لہذا ان کی تبلیغ سے کوئی خاص نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ جو مذہبی جماعتیں سیاسی ہوجائیں ان پر سیاسی رنگ غالب آجاتا ہے اور مذہب کا صرف نام استعمال کرتے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن نے ثابت کردیا کہ جہاں مذہبی تبلیغ

کا کام ہے ہم وہاں اول تا آخر مذہبی دعوت دیتے ہیں اور جہاں انقلاب کے لئے قوم کو تیار کرنا ہے وہاں انقلاب کی بات کرتے ہیں۔ اس مشن کے دونوں بازو ہیں اور دونوں بازو کام کرتے ہیں۔

کارکنان و رفقاء! کسی موقع پر نا امید و مایوس نہ ہوں۔۔۔ کمزوری نہ دکھائیں۔۔۔ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے۔۔۔ اگر انقلاب کے لئے جدوجہد نہ کی اور انقلاب نہ آیا تو وعظ اور تبلیغ کے چراغ بجھ جائیں گے۔۔۔ ایمان کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کہیں بجھ نہ جائیں، مسجدیں کہیں ویران نہ کردی جائیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید فرما رہا ہے:

لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ.(البقرہ: ۲۵۱)

''زمین (میں انسانی زندگی بعض جابروں کے مسلسل تسلّط اور ظلم کے باعث) برباد ہو جاتی''۔

انقلاب کی جدوجہد نہ کی جائے اور استحصالی طبقہ کے ذریعے اقتدار جاری رہے تو زمین میں فساد آجائے گا۔ اگر مسجدوں میں اللہ کا نام اور ایمان کا چراغ روشن رکھنا چاہتے ہیں تو انقلاب کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی اگر غفلت کی تو جان لو اللہ تعالیٰ کا عذاب سب کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً.

''اور اس فتنہ سے ڈرو جو خاص طور پر صرف ان لوگوں ہی کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں (بلکہ اس ظلم کا ساتھ دینے والے اور اس پر خاموش رہنے والے بھی انہی میں شریک کر لیے جائیں گے)''۔ (الانفال: ۲۵)

اللہ کے دین کی اقامت اور مصطفوی انقلاب کے لئے ہر ایک کو اپنے حصے کا کردار ادا کرنا ہوگا۔

❁❁❁❁❁

منہاج القرآن اسلامک سنٹر رضوان گارڈن

اپریل 2009ء سے اب تک قدم بقدم کامیابی کی طرف

حفظ القرآن کی سعادت کے ساتھ (معہ تجوید)

6Th تا میٹرک ایجوکیشن سسٹم

انگلش میڈیم: میٹرک سائنس کے ساتھ

محنتی اساتذہ اور روحانی اخلاقی تربیت کا موثر انتظام

2500 روپے ماہانہ میں ہاسٹل کی بہترین سہولت (بوائز)

پرائمری پاس طلباء طالبات کے لئے داخلہ شروع

داخلہ ٹیسٹ پاس کرنا ضروری ہوگا

منہاج القرآن اسلامک سنٹر رضوان گارڈن کینال بنک روڈ لاہور

042-36525173
0300-8426841

اہل ایمان کے درجات میں فرق

علامہ محمد معراج الاسلام

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا. فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَ اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً. (بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال)

’’جنتی، جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ جس بندے کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے دوزخ سے نکالو! چنانچہ وہ آگ سے نکالے جائیں گے۔ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہوچکے ہوں گے چنانچہ وہ ’’نہر حیات‘‘ میں ڈالے جائیں گے، پس وہ اس طرح اُگ آئیں گے جس طرح سیلاب کے قریب نیاز بو اُگتی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ کیسی خوبصورت رنگت میں زرد اور گھنی ہوتی ہے جس کی پھول پتیاں خمدار ہوتی ہیں‘‘۔

شرح و تفصیل

اللہ تعالیٰ کی، اللہ والوں اور ایمان کی محبت اور کفر سے نفرت، انسان، من کی پاکیزگی، روح کی بالیدگی اور ایمان کی تازگی عطا کرتی ہے۔ یہ تینوں خصائص اپنی جگہ بھرپور اہمیت کے حامل، انسانیت ساز اور بلندی درجات کا سبب ہیں اور انسان کو پستیوں سے اٹھا کر رفعتوں پہ فائز کردیتے ہیں۔ یہ تینوں خصائص یکساں شکل میں نہیں ہوتے بلکہ طبع و مزاج کے مطابق کسی میں کم اور کسی میں زیادہ ہوتے ہیں۔ کسی میں ان میں سے ایک وصف پایا جاتا ہے۔ کسی میں دو پائے جاتے ہیں اور کوئی تینوں اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ از خود حل ہوگیا کہ جس میں یہ اوصاف زیادہ مقدار اور زیادہ تعداد میں ہوں گے، وہ اس شخص سے افضل ہوگا جس میں وہ اس شکل اور تعداد میں نہیں ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اہل ایمان درجات میں متفاوت اور ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، سب کا یکساں درجہ نہیں ہوتا۔

اس حدیث پاک میں اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ مومن خواہ کتنا ہی گناہگار ہو، وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اسے بڑی ہی بری اور انتہائی خستہ حالت میں آگ سے نکالا جائے گا۔ اس وقت ہڈیوں سمیت اس کا گوشت پوست جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہوچکا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ اسے آب حیات میں غسل دیا جائے۔ غسل کے ساتھ ہی یکا یک اس کے جسم کی کایا پلٹ جائے گی۔ جلی ہوئی سیاہ ہڈیاں سفید

ہوجائیں گی۔ ان پر ترو تازہ، خوبصورت اور صحت مند گوشت اُگ آئے گا اور سرخ و سپید شفاف رنگت کے پیچھے تازہ خون گردش کرنے لگے گا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے حسن و جمال کا ایک مثالی پیکر بن جائے گا، جیسے کبھی آگ میں بھسم ہوا ہی نہیں تھا۔

جب انسان کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے تو اس کے دل میں ایمان کا پودا لگ جاتا ہے۔ پھر اعمال صالحہ اس کی نشوونما اور آبیاری کرتے ہیں اور اسے رفتہ رفتہ تناور درخت بنادیتے ہیں۔ وہ ایمان ذرے سے پہاڑ، قطرے سے سمندر، کرن سے آفتاب اور رائی سے چٹان بن جاتا ہے لیکن اگر اسے اعمال صالحہ کی نگہداشت نصیب نہ ہو، تو پھر وہ رائی کا رائی ہی رہتا ہے اور بڑھنے پھولنے کی بجائے، بے سدھ، کمزور اور خفیف ہوجاتا ہے۔ اس میں وزن پیدا نہیں ہوتا اور پھیلاؤ نہیں آتا۔ اسی قسم کے شخص کے ایمان کو رائی کے دانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اسے دوزخ میں ڈال کر سزا دی جائے گی پھر اس سے نکالا جائے گا۔ جس سے از خود یہ واضح ہوگیا کہ ایسے اشخاص بھی ہوں گے، جنہوں نے بے عمل رہنے کی بجائے، اعمال صالحہ بھی کئے ہوں گے اور اپنی فرمانبرداری کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے احکام کی تعمیل کی ہوگی۔ ایسے لوگوں کا ایمان مضبوط ہوگا اور وہ مراتب میں بے عمل لوگوں سے بڑھ جائیں گے اور دوزخ میں جانے کی بجائے، سرزمین رنگ و بو میں پہنچ جائیں گے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ ایمان داروں کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، یعنی گناہگار اور فرمانبردار کا مرتبہ یکساں نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَايَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَادُوْنَ ذَالِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهٗ قَالُوْا. فَمَا اَوَّلْتَ ذَالِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قال: اَلدِّيْنُ.

(بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال)

”ہم سوئے ہوئے تھے۔ نیند کے دوران دیکھا کہ لوگ ہمارے سامنے پیش کئے جارہے ہیں۔ ان کے جسموں پر قمیصیں ہیں، کچھ قمیصیں سینوں تک پہنچ رہی ہیں اور کچھ اس سے بھی چھوٹی ہیں۔ ہمارے سامنے عمر بن خطاب پیش کئے گئے۔ ان کے جسم پر اتنی لمبی قمیص تھی کہ وہ اسے گھسیٹ رہے تھے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تاویل فرمائی ہے؟ بتایا: دین“۔

اس حدیث پاک سے بھی اہل ایمان کے مراتب کا متفاوت ہونا ثابت ہورہا ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے جسموں پر چھوٹی بڑی قمیصیں ہیں، کسی کی سینے تک پہنچ رہی ہے۔ کسی کی اس سے بھی چھوٹی ہے۔ لیکن فاروق اعظمؓ کی قمیص کو بہت ہی لمبا پایا اور تعبیر یہ بیان فرمائی کہ اس سے دین مراد ہے اور دین، ایمان ہی کو کہتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ لوگوں کا ایمان کم و بیش اور متفاوت ہوتا ہے۔ یعنی اہل ایمان میں ایمان کے حوالے سے فرق، مراتب پایا جاتا ہے۔ کسی کا ایمان قوی، زیادہ اور مضبوط ہوتا ہے اور کسی کا نسبتاً کمزور، ہلکا اور کم ہوتا ہے۔

اعمال کے ساتھ ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور اسے ایمان کامل کہتے ہیں۔ جتنا انسان، متقی، عبادت گزار، صالح و ذاکر، نیک اور اطاعت شعار ہو، اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوتا ہے اور جتنا بدعمل، فاسق و فاجر، نافرمان و خودسر اور غافل و جاہل ہو، اتنا ہی اس کا ایمان ناقص ہوتا ہے۔ البتہ نفس ایمان ایک ہی حال پر قائم رہتا ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

ایمان کی اقسام

مومن، خواہ گناہ گار ہو، یا نیکوکار، وہ مومن ہی

ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ گناہوں کی دلدل میں پھنس کر، وہ گندا، کمزور، گھٹیا اور ناقص ہوجاتا ہے۔ فرشتوں کا منظورِ نظر نہیں رہتا اور بہت سی روحانی و نورانی برکات سے محروم ہوجاتا ہے لیکن رہتا مومن ہی ہے۔ قرآن پاک نے مومنوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللهِ. (فاطر: ۳۲)

''پھر ہم نے اس کتاب (قرآن) کا وارث ایسے لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا (یعنی امّتِ محمدیہ ﷺ کو)، سو ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے بھی ہیں، اور ان میں سے درمیان میں رہنے والے بھی ہیں، اور ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھ جانے والے بھی ہیں''۔

اس آیت کریمہ میں گناہگاروں کو بھی کتاب کا وارث بتایا گیا ہے۔ جو ظاہر ہے ایمان کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا شخص بھی مومن ہوتا ہے اور اس سے ایمان کی نفی نہیں کی جاسکتی۔

لیکن یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ نیک اور بد، نیکوکار اور گناہ گار، یکساں مقام و مرتبے کے مالک نہیں ہوتے۔ خود قرآن پاک نے فرمایا ہے:

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ. وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ. وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ. (فاطر: ۱۹. ۲۱)

''اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ تاریکیاں اور نہ نور (برابر ہو سکتے ہیں)۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ''۔

ایک دوسری آیت میں اسی بات کو دوسرے انداز میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓئُ. (المومن: ۵۸)

''اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے سو (اسی طرح) جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے (وہ) اور بدکار بھی (برابر) نہیں ہیں''۔

ان قرآنی ہدایات کی روشنی میں، جب فاسق اور متقی، گناہ گار اور فرمانبردار مومن ہونے کے باوجود برابر نہیں ہوسکتے۔ تو ظاہر ہے ان کا ایمان بھی برابر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان دونوں کے ایمان میں جو باریک فرق ہے، اہلِ نظر نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا ہے اور اسے فوائد و خطرات اور نتائج سمیت بہت اچھی طرح واضح کیا ہے۔

یہ مسئلہ بہت ہی نازک ہے۔ اس لئے کہ ایمان و کفر کے درمیان کوئی اور درجہ نہیں۔ ''انسان یا کافر ہوتا ہے، یا مومن''۔ تیسری قسم کوئی نہیں کہ وہ آدھا مومن اور آدھا کافر ہو۔ اسی لئے گناہ گار کے ایمان کو بھی ناقص نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ایمان تجزی کو قبول نہیں کرتا۔ نقصان ثابت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے کافر بنادیا جائے۔ حالانکہ وہ کافر نہیں۔ اسی لئے فاسق و متقی کے مقام کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے، بڑی احتیاط سے قرآن و حدیث کے وزنی دلائل کی روشنی میں ایمان کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ نفس ایمان ۲۔ ایمان کامل

۱۔ نفس ایمان

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَبِلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ. (عمدة القاری، ۱: ۱۰۴)

''ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کی بارگاہ میں حاضری پر، اس کے رسولوں، فرشتوں اور کتابوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے''۔

ان حقائق ثابتہ پر ایمان لانے سے انسان کے دل میں یقین کی ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اسے تصدیق قلبی کہتے ہیں۔ اسی کا نام ایمان ہے۔ اسے اصل ایمان یا

نفس ایمان بھی کہتے ہیں۔ یہ جب دل میں پیدا ہوجائے اور اچھی طرح گڑ جائے تو پھر زائل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی دشمن تلوار لے کر سر پر کھڑا ہوجائے اور حکم دے کہ زبان سے کہو کہ تمہارا خدا، رسول اور فرشتوں، کتابوں اور قیامت پر ایمان نہیں ہے اور وہ انسان اوپر سے زبان سے کہہ بھی دے تو پھر بھی تصدیق قلبی زائل نہیں ہوتی کیونکہ وہ دل کی کیفیت کا نام ہے اور دشمن کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ قرآن پاک نے واضح فرمادیا ہے:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ.

”سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا مگر اس کا دل (بدستور) ایمان سے مطمئن ہے“۔ (النحل:١٠٦)

اسی طرح گناہ کرنے سے بھی، وہ تصدیق قلبی زائل نہیں ہوتی کیونکہ جب کوئی گناہگار، گناہ اور نافرمانی میں مصروف ہوتا ہے۔ اس وقت وہ تصدیق قلبی اس کے اندر موجود ہوتی ہے۔ جسے وہ ذہنی طور پر محسوس کرتا ہے۔ اس بری حالت میں بھی اس کے دل میں یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ خدا نہیں یا قرآن پاک اس کا کلام نہیں ہے۔ فرشتوں کا کوئی وجود نہیں اور قیامت کا آنا محض ایک تصور ہے۔ بلکہ اس کے برعکس اگر اس سے پوچھ لیا جائے تو وہ فوراً اقرار کرتا ہے کہ خدا ہے۔ میں جو اس کے احکام پر عمل نہیں کرتا تو یہ میری بدبختی اور کوتاہی ہے۔ ایک روز اس کی بارگاہ میں جانا ہے۔ ڈر بھی لگتا ہے۔ چلو، وہ غفور رحیم ہے۔ اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے بخش دے گا۔ میں اپنی اصلاح کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

غرضیکہ گناہ گار انسان اس قسم کے جذبات کا اظہار کرتا ہے اور یہ بالکل مشاہدے کی بلکہ تجربے کی چیز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تصدیق قلبی جبر و گناہ سے زائل نہیں ہوتی۔ اس کے زائل ہونے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس نے جس طرح دل سے ایمان قبول کیا ہوا ہے۔ اسی طرح دل کی گہرائی سے کلمہ کفر منہ سے نکالے، یا کوئی خلاف ایمان حرکت کرے۔

۲۔ ایمان کامل

توحید و رسالت، روز حشر، جزا و سزا، انبیاء و ملائکہ، سماوی کتب وصحائف اور دیگر امور دین کی حقانیت و صداقت تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔ اسے صرف ایمان یا نفس ایمان کہتے ہیں۔ اس سے انسان کسی شک و شبہ کے بغیر مومن بن جاتا ہے اور کسی بڑے سے بڑے متقی اور پرہیزگار کے لئے بھی جائز نہیں رہتا کہ اسے مومن اور ایمان دار تسلیم نہ کرے۔

لیکن یہی ایمان، ایمان کامل اس وقت بنتا ہے، جب مومن اپنے دامن کو گناہوں کی گندگی سے بچانے کی شعوری کوشش کرنے لگ جاتا ہے۔ اس کے دل میں عبادات کے لئے محبت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ اطاعت و اتباع میں وہ لذت و حلاوت محسوس کرتا ہے جو اسے دنیا کے کسی کام میں نہیں آتی۔ نافرمانی، سرکشی، ظلم و عدوان، حسد و کینہ، عناد و عداوت، فسق و فجور، ہوس پرستی و فتنہ طرازی، حرص و ہوا اور دیگر ناپسندیدہ حرکتوں اور دنیا داری کے کاموں سے اسے نفرت ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ خیر خواہی و فرمانبرداری، محبت و الفت، شائستگی و شرافت، دیانت و امانت، عفت و طہارت، پارسائی و پرہیزگاری، نیاز مندی و تواضع اور مخلوق خدا کو خوش کرنے اور اسے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کی خواہش لے لیتی ہے۔

جب بندہ مومن، عبادت و تقویٰ کی ان حسین راہوں پر چل نکلتا ہے اور قرب و حضور کی لذتوں سے آشنا ہوتا ہے تو پھر اس کی زندگی میں ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے کہ اس کے دل کی پاکیزگی آخری حدوں کو چھولیتی ہے اور وہ گناہوں سے اس طرح بچنے اور ڈرنے لگ جاتا ہے، جیسے کوئی سانپ اور موذی حشرات سے بچتا اور ڈرتا ہے۔ اس منزل پر وہ ایک عام مومن اور عام بندہ نہیں رہتا بلکہ

بندہ خاص انسان مرتضٰی اور مومن کامل بن جاتا ہے۔

مومن کامل کو یہ مرتبہ ہر قسم کے گناہوں سے دامن کشا رہنے پر حاصل ہوتا ہے۔ اگر وہ گناہوں کی وادیوں میں سرگرداں اور فسق و فجور میں مبتلا رہے اور مخلوق خدا اور امت نبی کو تکلیف دینے سے باز نہ آئے تو وہ صرف مومن رہ جاتا ہے، مومن کامل، نہیں بنتا اور اس قابل فخر لقب سے محروم ہوجاتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَايَزْنِی الزَّانی حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤمِنٌ. وَلاَ یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ الْخَمَرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤمِنٌ وَلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ وَهُوَ مُؤمِنٌ.

(بخاری، الصحیح، کتاب الحدود باب مایحذر من الحدود الزنا وشرب الخمر)

''جب زانی، زنا کرتا ہے، چور، چوری میں مصروف ہوتا ہے اور شرابی شراب پی رہا ہوتا ہے اور ڈاکو دھڑلے کے ساتھ، لوٹ مار کررہا ہوتا ہے، اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بدکاری کے دوران اس کے مومن کامل نہ رہنے اور ایمان سے خارج ہوجانے کی مثال بیان کرتے ہوئے ایک دوسری حدیث روایت فرمائی ہے کہ حضور رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا زَنٰی الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ وَکَانَ کَالظُّلَّةِ فَاِذَا انْقَلَعَ مِنْهَا رَجع اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ.

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الایمان)

''جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے جسم سے نکل جاتا ہے اور سائبان کی طرح اس کے سر پر کھڑا ہوجاتا ہے، جب وہ فارغ ہوجاتا ہے تو پھر لوٹ آتا ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دوسری مثال دے کر اس کے ایمان سے خارج ہونے کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ کسی نے پوچھا:

کَیْفَ یُنْزَعُ مِنْهُ الْاِیْمَانُ؟ قَالَ: هٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ اَخْرَجَهَا. فَاِنْ تَابَ عَادَ اِلَیْهِ هٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ.

(بخاری، الصحیح، کتاب المحاربین، باب اثم الزناة وقول اللہ تعالٰی)

''اس سے ایمان کیسے نکال لیا جاتا ہے؟ حضرت ابن عباس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پہلے ایک دوسرے میں پھنسایا، پھر علیحدہ کیا اور فرمایا: اس طرح اس کے بعد فرمایا: اگر وہ توبہ کرلے تو ایمان پھر اس طرح لوٹ آتا ہے۔ یہ بیان کرتے ہوئے آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پھر ایک دوسرے میں پھنسادیا''۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے ایمان کامل کے حصول کے لئے، اعمال خیر پر کاربند ہونا بہت ضروری ہے اور ارکان اسلام اس سلسلے کے بنیادی اعمال ہیں۔ چنانچہ نماز، روزہ اور حج زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کے بغیر، مومن کامل ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ کلام

اس پوری تفصیل کا خلاصہ اور ماحصل یہ نکلا کہ انسان کا ایمان کامل اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایمان لانے کے بعد زبان سے اس کا اقرار بھی کرتا ہے اور اعمال صالحہ کے ذریعے اپنے دعوے کی صداقت کا ثبوت بھی دیتا ہے۔ اس کے ایمان کے بے رنگ خاکے میں رنگ اس وقت بھرا جاتا ہے جب وہ اعمال صالحہ کے گلزار و گلشن بھی سجاتا ہے اور ذکر و فکر اور عبادات کی طرف بھی بطور خاص توجہ دیتا ہے۔ گویا کامل مومن بننے کے لئے فرمانبردار، اطاعت شعار اور احکام کا پابند ہونا ضروری ہے۔

الفقہ

آپ کے دینی مسائل

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

سوال: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ''مجدد'' سے کیا مراد ہے؟ نیز کون سی شخصیات اس منصب پر فائز رہیں؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا.

''بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا فرماتا رہے گا جو اس کے لئے دین کی تجدید کرے''۔ (ابوداؤد، السنن، ۴:۱۰۹، الرقم:۴۲۹۱)

گویا ہر صدی کے آخر میں کوئی ایک فرد یا گروہ ایسا آتا رہے گا جو دین اسلام کے چہرہ اقدس سے بے علم و بدعمل علماء، نام نہاد مشائخ، سرمایہ داروں اور فاسق حکمرانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے آنے والے گردوغبار کو جھاڑ کر اس کے اصل نورانی چہرے کو دنیا کے سامنے رکھے گا۔ رسول پاک ﷺ پر نبوت و رسالت کا وہ سنہری سلسلہ ختم ہوگیا جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ پہلے دنیا کی آبادی کم، ذرائع و وسائل کم اور انسانی معاشرے کے مسائل بھی کم تھے مگر ایک ایک بستی کی طرف متعدد انبیائے کرام کی بعثت ہوتی رہی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ. اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ.

(یٰسین، ۳۶: ۱۳ تا ۱۴)

''اور آپ اُن کے لیے ایک بستی (انطاکیہ) کے باشندوں کی مثال (حکایۃً) بیان کریں، جب اُن کے پاس کچھ پیغمبر آئے۔ جب کہ ہم نے اُن کی طرف (پہلے) دو (پیغمبر) بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا پھر ہم نے (ان کو) تیسرے (پیغمبر) کے ذریعے قوت دی، پھر اُن تینوں نے کہا بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں''۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی بستی میں تین رسولوں کے مبعوث ہونے کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء کرام اور رسل عظام کو ایک ہی زمانے میں مبعوث فرمایا جن میں سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے برادر بزرگ ہارون علیہ السلام اور اسی زمانہ میں شعیب علیہ السلام۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دو فرزند سیدنا اسماعیل علیہ السلام، سیدنا اسحاق علیہ السلام۔۔۔ سیدنا اسحاق علیہ السلام کے فرزند سیدنا یعقوب علیہ السلام اور پھر ان کے فرزند سیدنا یوسف علیہ السلام۔۔۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان ہی کے دور میں سیدنا لوط علیہ السلام کا ذکر آتا ہے۔

گویا کم آبادی اور کم مسائل اور کم علمی کے دور میں بیک وقت کئی رسولوں کو مبعوث فرمایا اور اب

آبادی میں بے تحاشا اضافہ، علم و حکمت کی فراوانی، مسائل و وسائل بے حساب اور ساری دنیا کی ہدایت کے لئے ایک رسول ''محمد ﷺ''۔ گذشتہ انبیاء کرام کی طویل ترین عمریں اور یہاں کل ۶۳ سال عمر مبارک۔

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کا کام نبی پاک ﷺ کی امت کے علماء راسخین کے سپرد فرمایا اور خود اپنے حبیب پاک ﷺ کی زبان اقدس سے یہ اعلان کروایا۔

العلماء ورثة الانبياء. (ترمذی، جامع، ۵:۴۸، الرقم: ۲۶۸۲)

''بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔

اللہ پاک نے رسول اللہ ﷺ کو معلم بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کے فیض سے صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک قیامت تک ہر دور میں ایک سے ایک بڑھ کر عالم اللہ پاک نے پیدا فرمایا جن کی مخلصانہ مساعی کی وجہ سے دین اسلام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا اور پھیلا۔ ان علماء میں جہاں بڑے بڑے ائمہ و مجتہدین ہوئے وہاں بے شمار دوسرے علماء بھی ہیں جو حسب استطاعت دین کی نشرو اشاعت میں کوشاں ہیں لیکن ان تمام میں مجدد، معاصر علماء و ائمہ میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ وہ طوفان جاہلیت کے مقابلہ میں اٹھتا ہے اور اسلام کو اس کی اصل صورت اور روح کے مطابق از سر نو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسلامی تاریخ کی کوئی صدی ایسے اولوالعزم ائمہ دین سے خالی نہ ہوگی۔ ضروری نہیں کہ ایک صدی میں ایک ہی مجدد ہو اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ تمام دنیا میں ایک ہی مجدد ہو۔ ایک بھی ہوسکتا ہے اور متعدد بھی۔ ایک جگہ میں بھی ہوسکتے ہیں اور مختلف مقامات پر بھی۔ آج کل تو غوث، قطب، مجدد، شیخ الکل اور امام الکل جیسے الفاظ کو نااہل لوگوں نے اس کثرت سے استعمال کرنا شروع کردیا ہے کہ مذاق بن گیا ہے۔ ہر مسلک کے اپنے اپنے مجدد ہیں۔ ہر فرقہ کے الگ الگ مجدد اور ہر عالم اور ہر پیر مجددیت کا دعویدار ہے۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

کسی شخصیت کے کام، خدمات اور ہمہ جہتی اثرات اس کے مجدد ہونے کا تعین کرتے ہیں۔ محققین، تحقیق کے بعد ان کے تجدیدی کارناموں پر انہیں مجدد قرار دیتے ہیں۔ آج جبکہ مسلکی اختلاف بہت زیادہ پھیل چکا ہے لہذا ہر مسلک والا اپنے بڑوں کے لئے تو اس لفظ کا استعمال برضاء و رغبت کرتا ہے مگر مسلکی تعصب کے باعث کسی دوسرے کی اعلیٰ ترین خدمات پر بھی ان کے لئے اس لفظ کے استعمال پر بغض کا مظاہرہ کرتا ہے۔ بہر حال چند مجددین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

پہلی صدی

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ مطابق ۷۱۹ء)
۲۔ امام الاعظم ابوحنیفہ (۸۰ھ، م ۱۵۰ھ)
۳۔ امام محمد (م ۱۸۷ھ)، امام مالک (م ۱۹۹ھ)

دوسری صدی

۱۔ امام محمد بن ادریس الشافعی (م ۲۰۴ھ بمطابق ۸۱۹ء)
۲۔ امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۱ھ)
۳۔ امام حسن بن زیاد حنفی (م ۲۰۴ھ)

تیسری صدی

۱۔ امام ابوجعفر طحاوی (۲۳۹ھ)
۲۔ امام ابوجعفر طبری (۲۲۴ھ۔۳۱۰ھ)
۳۔ امام ابومنصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ)
۴۔ امام محمد بن جریر طبری (م ۳۱۱ھ بمطابق ۹۴۴ء)
۵۔ امام ابوالحسن اشعری (م ۳۳۰ھ بمطابق ۹۴۱ء)

چوتھی صدی

۱۔ امام ابوحامد الاسفرائینی (م ۴۷۱ھ بمطابق ۱۰۸۰ء)
۲۔ امام باقلانی احمد بن طیب (م ۴۰۳ھ)

پانچویں صدی

۱۔ امام محمد بن محمد غزالی (۴۵۰ھ بمطابق ۵۰۵ھ)

چھٹی صدی

۱۔سیدنا غوث الاعظمؓ (۴۷۱ھ۔۵۶۱ھ)

۲۔امام فخرالدین رازی (م۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ)

ساتویں صدی

۱۔امام تقی الدین الدقیق العید (م۷۰۲)

۲۔حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردی (۵۳۶ھ۔۶۳۲ھ)

آٹھویں صدی

۱۔حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی (ولادت ۶۳۶ھ)

۲۔حافظ زین الدین عراقی (م۸۰۶ھ بمطابق ۱۴۰۲ء)

۳۔امام سراج الدین بلقینی (۸۶۸ھ بمطابق ۱۴۶۲ء)،

۴۔امام شمس الدین الجزری (م۸۳۳ھ بمطابق ۱۴۲۸ء)

نویں صدی

۱۔امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ بمطابق ۱۵۰۵ء)

۲۔امام شمس الدین سخاوی (۹۰۳ھ بمطابق ۱۴۹۴ء)

دسویں صدی

۱۔محدث کبیر علامہ ملا علی القاری حنفی (م ۹۱۱ھ بمطابق ۱۴۹۴ء)

۲۔علامہ شمس الدین شہاب الرملی

گیارھویں صدی

۱۔شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی سرہندی (۹۷۱ھ۔۱۰۳۲ھ)

۲۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ بمطابق ۱۵۵۱ء)

بارھویں صدی

۱۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۲۔سلطان محی الدین اورنگزیب عالمگیر (۱۰۲۷ھ بمطابق ۱۶۱۸ء)

۳۔محمد عبدالباقی الزرقانی (م۱۱۲۲ھ/ ۱۷۰۱ء)

۴۔امام عبدالغنی نابلسی (م۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۱ء)

تیرھویں صدی

۱۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء)

۲۔شاہ غلام علی دہلوی (۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء)

۳۔علامہ سید محمد امین بن عمر عابدین شامی (م۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء)

چودھویں صدی

۱۔امام احمد رضا خان قادری بریلوی (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)

۲۔شیخ علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی (م۱۳۵۰ھ/ ۱۹۴۱ء)

۳۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (م۱۳۴۶ھ بمطابق ۱۹۳۸ء)

پندرھویں صدی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ (ولادت ۱۹۵۱ء)

ظاہر ہے کہ مجدد دین کرام کی یہ فہرست بہت مختصر ہے، بے شمار حضرات ہونگے جو فی الواقع مجدد دین میں شامل ہیں مگر ہماری معلومات ناقص ہیں۔ اللہ رب العزت ان ان کے علاوہ بھی تمام اہل علم وتحقیق جہد و جہاد کو مشکور فرمائے، ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی دینی وملی کاوشوں کے صدقہ ہماری مغفرت فرمائے اور ہمیں بھی دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

اس پیغام کو صرف

امراضِ قلب

کے مریض پڑھیں

امراض قلب کے مریض ہم سے فوری رابطہ کریں۔ اگر آپ کو دل کی دھڑکن، ہائی بلڈ پریشر، دل کا ڈوبنا، دل کا بیزار رہنا، دل کا بیٹھنا، دل کا گھبرانا، دل کا پریشان رہنا، دماغی ٹینشن، دل کا سوراخ بند ہوجانا، کوئی بھی ایسی پریشانی ہو تو ہم سے خمیرہ مروارید خاص منگوالیں۔ ہم نے دل کے مریضوں کے لئے ایک خاص قسم کا خوبصورت اور خوش ذائقہ خمیری مروارید تیار کیا ہے۔ آج ہی فون کرکے بذریعہ ڈاک VP وی پی منگوالیں۔

دَار الشفاء المَدنی

(دیسی طبّی یونانی دواخانہ)

ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان

0300-7522987

فون دوپہر 12 بجے سے شام 6 بجے تک کریں

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

استحکام مملکت اسلامیہ اور طرز حکومت

عباس محمود العقاد☆

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یوم وصال 21 جمادی الثانی کی نسبت سے قارئین کی خدمت میں آپؓ کے دور خلافت اور طرز حکومت پر مبنی مضمون ان حالات میں پیش کیا جارہا ہے جب ''اسلامی جمہوریہ'' پاکستان میں بظاہر ریاست کے معاملات چلانے کے نام پر مگر درحقیقت کرپٹ طبقات اپنی مفاداتی سیاست کے تحفظ کے لئے انتخابات میں حصہ لینے جارہے ہیں۔ کیا ان انتخابات میں قسمت آزمائی کرنے والے اور اس فرسودہ و کرپٹ سیاسی وانتخابی نظام کا حصہ بن کر ملک و قوم کی خدمت کرنے والوں کے اذہان و قلوب کے کسی کونے کھدرے میں خلافت راشدہ کے زریں اصولوں سے استفادہ و رہنمائی کا کوئی موہوم سا تصور بھی موجود ہے۔۔۔؟ کیا سیدنا صدیق اکبرؓ کی شخصیت و کردار کو انہوں نے کبھی اپنے لئے نمونہ سمجھا اور اس طرز پر ملکی معاملات کو سدھارنے اور اپنی شخصیت کو سنوارنے کی کوشش کی۔۔۔؟ یہاں تو آئین پاکستان کے آرٹیکل 62، 63 اور پاکستان کے دیگر قوانین کے نام نہاد اور معمولی سے نفاذ کی کوششوں نے ہمارے آئندہ کے حکمرانوں کی دینی علوم بارے واقفیت اور امانت و دیانت کے پردے چاک کردیئے ہیں۔ استحکام پاکستان کے لئے ہمیں دور صدیقیؓ سے روشنی لینا ہوگی۔ بصورت دیگر اس طرح کے سو انتخابات بھی ملک پاکستان کو استحکام نہیں دے سکتے بلکہ اس کا وجود بھی (خاکم بدہن) خطرات سے دوچار ہوسکتا ہے۔

مملکت اسلامیہ کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانہ میں پڑی کیونکہ آپ نے نہ صرف لوگوں کے دلوں میں عقائد کو راسخ کیا بلکہ تبلیغی و جنگی وفود ملک کے مختلف حصوں میں بھی بھیجے۔ عقائد کے رسوخ و نفوذ کے لئے آپ نے جو نمایاں کارنامہ انجام دیا وہ فتنہ ارتداد کو کچلنے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حکومت کو بیرونی خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے جو کارنامہ آپ نے انجام دیا وہ یہ ہے کہ سرحدوں پر فوجیں بھیج کر دشمنوں پر اپنی حکومت کے داخلی استحکام کا رعب جمادیا۔ ان دونوں کارناموں میں آپ کو دوسرے خلفاء پر اولیت اور فوقیت حاصل ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اسلام قبول کرنے کا جتنا گہرا اثر سرداران مکہ پر پڑا تھا اتنا ہی گہرا اثر غلاموں اور نچلے طبقوں پر بھی پڑا۔ قریش کے نامور اور ذہین لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام کو اپنا دین بنالیا ہے تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ جس دین کو آپ جیسے صالح، صاحب مروت، شریف، بے غرض اور سلیم الطبع انسان نے اختیار کیا ہے اس کے اندر ضرور کچھ خوبیاں ہوں گی۔ اس لئے ان کی دعوت کو سننا اور اس پر

☆ مصر کے نامور مصنف محترم عباس محمود العقاد کی تصنیف ''عبقریت الصدیق'' سے ماخوذ

غور و خوض کرنا چاہئے۔ کسی انسان کا اس ذہنی مرحلہ پر پہنچ جانا اس بات کی علامت تھی کہ وہ عنقریب جاہلی عقائد اور تصورات کو خیر باد کہہ دے گا۔ بالخصوص وہ لوگ جن کے دل و دماغ میں جاہلی عقائد کے لئے کوئی کشش اور جاذبیت نہ تھی اور جن کو یہ خدشہ بھی نہ تھا کہ اسلام کے فروغ سے ان کی ذاتی مصلحت یا مفاد کو ضرر پہنچے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کاوشوں سے مکہ کے نامور لوگ اسلام لائے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بے شمار مظلوم و بے بس غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ بعض اوقات اُن غلاموں کے مالکوں نے جان بوجھ کر غلاموں کی قیمتیں بڑھادیں تاکہ آپ خریدنے سے قاصر رہیں یا اپنی کم دولت پر نادم ہوں۔ مگر آپ نے اپنے مال و دولت کی کبھی پرواہ نہ کی اور مسلسل ان مظلوموں اور بے کسوں کو ان کے سنگ دل اور بے رحم آقاؤں کے پنجے سے نجات دلاتے رہے۔ کمزوروں اور مجبوروں کے دل اس سلوک سے مسخر ہوگئے۔ اس سے اسلام کی شہرت کو بھی چار چاند لگ گئے۔ اسلام کی فضیلت و برتری واضح کرنے کے لئے یہ طریقہ دلائل و براہین سے بھی زیادہ موثر اور کارگر حربہ ثابت ہوا۔ بلکہ شاید یہ کہنا بھی مبالغہ نہ ہوکہ نئی دعوت کو جتنی تقویت اس رحیمانہ و مشفقانہ برتاؤ سے پہنچی اتنی تقویت ان شرفاء کے قبول اسلام سے نہیں پہنچی جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وساطت سے ہی کاشانہ نبوت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ آپ جس دن سے اسلام لائے اس دن سے منصب خلافت سنبھالنے تک اپنے ہر عمل کے ذریعہ اس عمارت کی تعمیر میں لگے رہے جس کے اولین متولی ہونے کا شرف بھی بانی حقیقی کے بعد خود آپ کو نصیب ہوا۔

سرداران قریش کی موجودگی میں خانہ کعبہ کے اندر کھلم کھلا دعوت دینا۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنا۔۔۔ مختلف وفود اور محاذوں میں دولت لٹادینا۔۔۔ اتباع و اقتداء کا اسوہ کامل پیش کرنا۔۔۔ ماہر انساب ہونے کے باعث قریش کے عیوب منظر عام پر لانا۔۔۔ اور اپنی رائے و مشورہ اور مال و منال کے ذریعہ ان کے خلاف محاذ قائم کرنا۔۔۔ المختصر یہ کہ ہر وہ کام جو آپ نے اول روز سے منصب خلافت سنبھالنے تک انجام دیا وہ مملکتِ اسلامیہ کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور آپ کو اس عمارت کا ایک معمار ہونا ثابت کرتا ہے۔

> **سیدنا صدیق اکبرؓ نے مملکت اسلامیہ کو نبی اکرم ﷺ کے متعین کردہ خطوط پر آگے بڑھایا نیز ہر اہم معاملے میں صحابہ کرامؓ سے ضرور مشورہ کرتے**

بیعت کا زمانہ آیا تو اس میں تین اہم مہمات پیش آئیں۔

۱۔ لشکر اسامہ بن زیدؓ کی روانگی ۲۔ جنگ ارتداد

۳۔ عراق و شام کی سرحدوں کی حفاظت کیلئے فوجیں مامور کرنا

یہ تینوں واقعات مملکتِ اسلامیہ کے لئے تین ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک ستون بھی سیدھا نہ ہو پاتا تو یہ پوری عمارت گر جاتی۔ اگر یہ تینوں واقعات تین سال کی قلیل مدت کی بجائے تیس سال میں بھی انجام پاتے جب بھی ان کا انجام دینے والا تعریف و توصیف اور تحسین و آفرین کا مستحق ہوتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں مملکت اسلامیہ کے انتظامی امور و معاملات میں کچھ اتنی بڑی تبدیلیاں اور تغیرات پیدا نہیں ہوئے کہ اُس نظم و نسق کی جگہ کوئی نیا انتظامی ڈھانچہ لانے کی ضرورت پیش آتی جو حضور نبی اکرم ﷺ کے عہد سعید میں رائج ہوچکا تھا۔ عرب کا اکثر حصہ فتنہ ارتداد کے باعث دوبارہ اسی مقام پر پہنچ گیا تھا جس مقام پر نبی اکرم ﷺ کے عہد میں تھا اور توبہ کے بعد اس کی حالت نومسلموں سے مختلف نہ تھی۔ اسی طرح نظم و نسق کا

جو ڈھانچہ نبی اکرم ﷺ کے عہد سے چلا آرہا تھا خلافت اولیٰ کے زمانے میں بھی وہ پوری طرح قابل عمل تھا اور اس میں کسی تبدیلی یا ترمیم کی ضرورت نہ تھی۔

یہیں سے نبی اکرم ﷺ کی وہ حکمت روشن ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ آپ نے پہلی خلافت کیوں ایسے شخص کے سپرد کرنے کا فیصلہ فرمایا جو عہد نبوی (ﷺ) کی حرف بحرف پیروی کرنے والے تھے۔ یہاں تک کہ جب ضروریات و معاملات نے وسعت اختیار کرلی اور اجتہاد و تصرف کا وقت آگیا تو وقت نے خود ان کو منتخب کرلیا جو اس صلاحیت سے پوری طرح متصف تھے۔ گویا وہ اس وقت کے لئے چھوڑ دیئے گئے تھے جو وقت خود ان کا منتظر اور ان کی آمد کے لئے چشم براہ تھا۔ یہ شخصیت حضرت عمر فاروقؓ کے علاوہ اور کون ہوسکتی تھی؟ جیسا کہ خود حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ یہ تعین کردیا تھا کہ۔۔۔

"مجھے خواب میں نظر آیا کہ میں ایک کنوئیں کی چرخی کے ذریعہ ڈول بھر بھر کر پانی نکال رہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ آئے اور بمشکل ایک یا دو ڈول کھینچ کر بس کردیا۔ خدا ان پر رحم کرے! پھر حضرت عمرؓ آئے اور وہ ڈول مزید کشادہ ہوگیا۔ میں نے کسی مرد کامل کو اتنی جانفشانی سے کام کرتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ لوگ پوری طرح سیراب ہوگئے اور اونٹ بھی اطمینان سے ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئے"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں سابقہ نظم و نسق کی جگہ نیا انتظام و انصرام لانے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے صرف مکہ و مدینہ اور عرب کے عمومی مسائل و معاملات کے انتظام و انصرام ہی تک اپنی کوششوں کو محدود رکھا۔ محض اتنی ترمیم فرمائی کہ تقسیم عمل کے اصول پر چند بڑی ذمہ داریاں مختلف اکابر کے سپرد فرمادیں۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کوئی واحد مرجع اعلیٰ موجود نہ تھا جو سارے کاموں کو بغیر دوسروں کا سہارا لئے انجام دے سکتا۔

چنانچہ بیت المال کی ذمہ داری اس شخصیت کے سپرد کی گئی جن کو حضور ﷺ نے امینِ امت کے لقب سے نوازا تھا اور وہ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح تھے۔۔۔ قضا کے منصب پر اس شخصیت کو مامور کیا گیا جن کے عدل اور انصاف کے سامنے کسی اور کا ستارہ شہرت چمک نہ سکا اور وہ حضرت عمرؓ بن خطاب تھے۔۔۔ سیکرٹری جنرل یا کتابت کا عہدہ خود حضور نبی اکرم ﷺ کے کاتب خاص حضرت زیدؓ نے سنبھالا۔۔۔ یہ تمام عہدے اس نوعیت کے حامل نہ تھے جس نوعیت کے سرکاری عہدے آج ہوا کرتے ہیں یا خود اس دور کے بعد ہوئے۔ ان عہدیداروں کا نہ کوئی باقاعدہ دفتر تھا اور نہ متعین اوقات کار بلکہ جب ضرورت پیش آئی اپنا فرض انجام دے دیا اور پھر اپنے روزمرہ کے کاموں میں لگ گئے۔ اسلامی سپہ سالار جب نئے علاقے فتح کرتے تو وہاں وہ حکام اور قضاۃ کا نظم و نسق اسی طرز پر قائم کرتے جس کے وہ خود اپنے ملک میں عادی تھے۔ اگر کسی غیر ملک میں کوئی انتظامی مشکل پیش آتی تو اس کا نظم و نسق سابقہ اصول و طریق پر باقی رہنے دیا جاتا مگر یہ لحاظ رکھا جاتا کہ ایسا کرنے میں دین کے کسی اصول کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔

"تم اپنے اہل لشکر کی طرف سے غافل نہ رہنا کہ ان میں فساد رونما ہوجائے، ان کا اس حد تک تجسس نہ کرنا کہ وہ ذلت و رسوائی محسوس کرنے لگیں۔ لوگوں کی پردہ دری نہ کرنا بلکہ ان کے ظاہری حالات پر اکتفاء کرنا"۔ (سیدنا صدیق اکبرؓ)

آپؓ نے تمام غلط اصولوں کو مٹا دیا اور فرد کی آزادی و محکوموں کے مفاد پر مبنی اسلامی حکومت کی غرض و غایت کو اتنا بلند کر دیا کہ اس سے اوپر کسی انسانی حکومت کا تصور نہیں کیا جا سکتا

حضور نبی اکرم ﷺ نے جس شخص کو جس منصب پر مامور فرما دیا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اس کو اسی پر برقرار رکھا۔ اگر کوئی خود اپنا عہدہ چھوڑ کر علیحدہ ہوگیا تو دوبارہ اس کو اسی عہدے پر مامور کیا اور اگر کسی کو اس کے منصب سے ہٹا کر اس کے سپرد کوئی دوسری ذمہ داری کرنا چاہی تو اس سے باقاعدہ اس کی اجازت چاہی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ملکی سیاسی امور کو حضور نبی اکرم ﷺ کے کھینچے ہوئے خطوط ہی پر چلایا۔ البتہ ہر اہم معاملہ میں اصحاب رائے سے مشورہ ضرور کرتے رہے۔ اپنی رائے صرف وہیں استعمال فرمائی جہاں ذمہ داری خود آپ سے متعلق رہی اور دوسروں سے اس کا کوئی تعلق نہ رہا۔ اس کی مثال خلیفہ ثانی کا انتخاب ہے، مشاورت اور غور وخوض کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ خلافت حضرت عمرؓ بن خطاب کے حوالہ کر دی جائے۔

پس حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیاسی سوجھ بوجھ اور ریاست کے معاملات کی تفہیم کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے ایک مقتدر، فعال اور مقتدی انسان کا کردار ادا کیا اور ان لوگوں کے مشوروں کو بھی نظر انداز نہ فرمایا جو ابتداء و اجتہاد کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ نے راستہ اتباع و اقتداء کا اختیار فرمایا مگر کمزوری یا بے اعتمادی کے ساتھ نہیں اور نہ دوسروں پر بھروسہ کرکے بلکہ اپنی جرأت و ہمت پر اس راستہ کو اختیار فرمایا۔ آپ نے اقتداء کی تو یہ ثابت کر دیا کہ آپ کے اندر دشوار، کٹھن اور بھاری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت ان لوگوں سے زیادہ ہے جن کا مزاج اجتہاد و تصرف سے زیادہ قریب تھا۔

مہم اسامہؓ، مہم فتنہ و ارتداد اور مہم ایران و روم کو سر کرنے کا سہرا جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سر بلا شرکت غیر بندھتا ہے وہیں آپ کا ایک اور کارنامہ بھی ہے جس کو اگر یہاں قلم انداز کر دیا جائے تو آپ کے بلند مقام و مرتبہ کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ اس کارنامے کا اگرچہ ان مہمات سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے لیکن مملکت اسلامیہ کے حق میں یہ ان مہمات سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اس سے ہماری مراد امت کا وہ دستور ہے جس کے بغیر امت کا نظریہ اور ضابطہ حیات ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا یعنی جمع قرآن۔

جمع قرآن میں آپ نے وہی واضح راستہ اختیار فرمایا جس سے ذرہ بھر پیچھے ہٹنا بھی آپ کے مزاج کے خلاف تھا۔ اس سے مراد سنت اتباع و اقتداء اور مشاورت ہے۔ جنگ ہائے ارتداد میں حفاظ قرآن کی ایک اچھی خاصی تعداد شہید ہوچکی تھی اور ایران و روم کی لڑائیوں سے یہ اندیشہ لاحق ہوگیا تھا کہ باقی ماندہ حفاظ بھی کہیں ان کی نذر ہوجائیں اور اس طرح قرآن ضائع ہوجائے۔ حضرت عمرؓ نے یہ خطرہ بروقت بھانپ لیا اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ آپ نے ابتداء تردد ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں وہ کام کیسے کروں جو خود حضور نبی اکرم ﷺ نے نہیں کیا؟'' لیکن مزید سوچ بچار کے بعد آپ کا دل حضرت عمرؓ کے مشورہ پر مطمئن ہوگیا۔ چنانچہ آپ یک سو ہو کر جمع قرآن کے کام میں لگ گئے اور مشہور روایات کے مطابق دوران خلافت ہی میں قرآن کریم ٹھیک اس صورت میں جمع کر دیا گیا جس صورت میں ہم آج اس کو پڑھتے ہیں۔

مملکت اسلامیہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ایسی امانت تھی جس سے بھاری امانت کا بوجھ انسانی

کندھوں نے آج تک نہیں اٹھایا۔ اس یادگار زمانہ اور لافانی عہد کے مطالعہ وتحقیق کے بعد اس کے متعلق ہر بات تو کہی جاسکتی ہے مگر ایک بات کوئی بھی صاحب عقل انسانی بقائمی ہوش وحواس نہیں کہہ سکتا اور وہ یہ کہ کوئی دوسرا انسان اس بار امانت کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بہتر طریق پر نباہ سکتا یا اس کو اپنے پاس سے منتقل کرتے وقت آپ سے زیادہ دور اندیشی کا ثبوت دے سکتا تھا۔

آپ نے یہ امانت نبی اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے لی اور اس کو حضرت عمرؓ جیسے اہل تر انسان کے سپرد کردیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور طرز حکومت

حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے عہد نبوت کے بعد اسلامی حکومت کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس لئے یہ سوال یہاں قدرتی طور پر سامنے آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہ کون سا طرز حکومت اختیار فرمایا جو ان کی حکومت اور ان کے بعد آنے والی حکومت کا خصوصی امتیاز تھا؟

یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ اس حکومت اور موجودہ دور کی ان حکومتوں میں کون سی چیز مشترک ہے، جو جدید دستوری اصولوں پر چل رہی ہیں؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حکومت یا ان کے عہد میں قائم شدہ اسلامی حکومت کو کس قسم کی حکومت کا نام دیا جاسکتا ہے؟

موجودہ دور کے دستوری ڈھانچوں میں سے کس ڈھانچہ سے اس کا دستوری ڈھانچہ قریبی مشابہت رکھتا ہے؟

ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ جمہوری نظام حکومت، صدیقی نظام حکومت سے قریبی مشابہت رکھتا ہے لیکن ایک ہی دور کی مختلف قوموں میں اس نظام کی مختلف اشکال، مختلف دستوری قواعد و اصول اور مختلف تاریخی مقدمات پائے جاتے ہیں۔ یہ ساری اشکال و قواعد نہ تو ایسے ہیں کہ اسلامی طرز حکومت کی اشکال وقواعد سے حرف بحرف ملتے ہوں اور نہ ایسے ہیں کہ یکسر مختلف ہوں۔ یہ تحقیق شدہ امر ہے کہ اس وقت کی اسلامی حکومت مکمل طور پر اس معنی میں جمہوری حکومت نہیں تھی جو معنی ہم آج ''جمہوریت'' کا مراد لیتے ہیں۔ لیکن یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ قرآن کریم نے جس ڈھانچہ پر اسلامی حکومت کو استوار کیا وہ ان حکومتوں کے نظاموں اور اصولوں سے دور کا تعلق بھی نہ رکھتا تھا جن کو معیوب نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔

اسلامی حکومت نے اگرچہ اپنا نظام موجودہ دور کے معروف جمہوری نظام کے طرز پر نہیں اٹھایا۔ مگر شخصی نظام حکومت (Autocratic Form of Govt)، کلیسائی نظام حکومت (Theocracy)، طبقاتی نظام حکومت (Qligarchy)، انارکزم اور ان تمام نظامہائے حکومت کو باطل قرار دیا جو انسان کو شخصی آزادی سے محروم کرتے ہیں اور فطری راہ سے ہٹ کر چلنے پر مجبور کرتے ہیں۔

شخصی حکومت (Autocracy) جس میں ایک فرد واحد سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھتا ہے اسلام میں ممنوع ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ معاملات میں لوگوں سے مشورہ لیں۔ **وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ** ان کے معاملات باہمی مشوروں سے انجام پائیں۔ جب نبی کریم ﷺ جن پر وحی الٰہی براہ راست نازل ہوئی تھی، خود سیاسی امور میں اپنے پیروکاروں سے مشورہ اور رائے لیتے تو آپ کے علاوہ جو دوسرے ذمہ داران حکومت ہوں گے ان کو مشاورت کا پابند بنانا اور اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط کرنے کا اختیار نہ دینا تو ان کے لئے بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔

کلیسائی نظام حکومت (Theocracy) اس طرز حکومت کا نام ہے جس میں حکمران کو مقدس اور خدائی اوصاف کا حامل گردانا جاتا ہے اور یہ بھی اسلام میں ناجائز

ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفۃ اللہ کہہ کر پکارا گیا تو آپ نے فرمایا: میں صرف خلیفہ رسول ﷺ ہوں اور لوگوں سے فرمایا کہ اگر میرے اندر کوئی کمزوری یا نقص نظر آئے تو اس طرف توجہ دلانا اور مجھے راہِ راست پر رکھنے کی کوشش کرنا۔

طبقاتی یا اعیانی حکومت انسانوں کی مٹھی بھر جماعت کے ہاتھوں میں ملک کی پوری باگ ڈور ہوتی ہے۔ یہ نظام حکومت بھی اسلام میں جائز نہیں۔ اسلام بیعت کے معاملہ میں خواص و عام کی تمیز نہیں کرتا اور نہ نسلی سیادت کا قائل ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

''سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تم پر کالا کلوٹا حبشی ہی امیر کیوں نہ بنادیا جائے''۔

انارکی خواہ وہ چند سرغنہ قسم کے افراد کی ہو یا خواہشات کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئی ہو، خواہ ملک کے عوام کی بے راہ روی اور ہوا پرستی کا مظہر ہو، اسلام کی نظر میں اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مذکورہ بالا دوسرے نظامہائے حکومت ناجائز ہیں۔ اس کی نگاہ میں محکومین کی خواہشات و مرضیات اصول حق و عدل اور دستور و نظام شریعت سے بالاتر نہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ عَمَّا جَآءَ كَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا. (المائدۃ:۴۸)

''ان کے درمیان اللہ کی اتاری ہوئی (ہدایت) کے مطابق فیصلہ کرو۔ تمہارے پاس جو حق ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک قانون اور منہاج زندگی تجویز کیا ہے''۔

اگر ان معیوب اصول و مبادی سے نظام حکومت پاک ہو تو وہ حکومت صالح سمجھی جائے گی۔ خواہ اس کو آپ جس عنوان سے چاہیں معنون کریں اور جس نام سے چاہیں یاد کریں۔ حکومت کی جتنی اقسام پائی جاتی ہیں ارسطو کی تعبیر کے مطابق ان کو دو جامع اقسام میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ صالح حکومت محکوموں کی مصلحت کے لئے۔

۲۔ فاسد حکومت حاکموں کی مصلحت کے لئے۔

نظام حکومت کے جملہ اقسام کسی نہ کسی نوعیت سے مذکورہ بالا دونوں جامع اقسام کے دائرہ میں آجاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حکومت موجودہ دور کی اصطلاح کے مطابق جمہوری حکومت تو نہ تھی مگر آج کی جمہوریت کے سامنے حکومت کی جو غرض و غایت ہے وہ کسی طرح بھی اس غرض و غایت سے اعلیٰ و اشرف نہ تھی جو اسلامی حکومت میں مطلوب و مقصود تھی۔ اور نہ آج کا جمہوری نظام کچھ ایسے اصول و مبادی کا ابطال کرتا ہے جن کو اسلامی نظام نے باطل نہ قرار دیا ہو۔ اس حقیقت پر قرآن کریم، حدیث شریف اور مسلمانوں کا اجماع و اتفاق شاہد ہے۔

اب حکومت پر اس حیثیت سے بھی غور کرلیجئے کہ اس کا تعلق خلیفہ کی ذات اور اس کی عادات و اطوار سے کس نوعیت کا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عادات و اطوار جو ہمیں معلوم ہیں ان میں اس تعلق کی روشن شہادت موجود

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم خرم خالد (منہاج ٹی وی) کی والدہ محترمہ، محترم نواز شریف منہاجین (الہ آباد قصور) کے چچا محترم پیر نور محمد نوشاہی قادری، محترم قاری احسان اللہ قادری (سمبڑیال) کے والد محترم حاجی غلام رسول چیمہ، محترم سید فیضان الحسن شاہ منہاجین کے والد محترم، محترم حکیم عبدالمجید چشتی (فیصل آباد) کی والدہ اور محترم رائے سعید خان (فیصل آباد) کے والد قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

ہے۔ عفت مآبی، صداقت نرمی و بردباری، حزم و تدبر اور اس قسم کے دوسرے اوصاف خلیفہ اول کے ہر عمل میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد کا واقع ہے کہ آپ چند چادریں ہاتھ میں لئے فروخت کے لئے اپنے ہاتھ میں فروختنی چادریں لئے بازار جارہے تھے کہ راستے میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ ''کہاں کا ارادہ ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''بازار جارہا ہوں''۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ''مسلمانوں کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ہے۔ ایسی صورت میں یہ کاروبار کیسے کرسکتے ہیں؟''

عفت مآبی، صداقت، نرمی و بردباری، حزم و تدبیر اور دانشوری و دور بینی سیدنا صدیق اکبرؓ کے اوصاف میں نمایاں تھی

آپ نے فرمایا۔ ''بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟''

حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ میں اور آپ دونوں بیت المال کے انچارج حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس چلتے ہیں تاکہ وہ آپ کا اور آپ کے اہل و عیال کا وظیفہ مقرر فرمادیں۔ چنانچہ چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کردیا گیا۔

آپ مدینہ کے ایک قریبی گاؤں سخ میں رہتے تھے اور وہاں سے روزانہ آکر غریبوں اور بے بس لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوہتے تھے۔ بیعت خلافت ہوجانے کے بعد ایک خاتون کو کہتے سنا کہ آج ہمارے گھر کی بکریوں کو دوہنے والا کوئی نہ رہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر فرمایا: میری جان کی قسم! میں اب بھی تمہارے جانور دوہتا رہوں گا۔ چنانچہ آپ خلافت کے زمانہ میں بھی اس کے جانوروں کا دودھ دوہتے رہے۔ بلکہ بعض اوقات اس سے یہ بھی کہا کہ بیٹی! اگر تم کہو تو تمہارے جانوروں کو گھما پھرا لاؤں؟ اگر اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اس کی خواہش پوری کردی۔

جب حکومت کی گونا گوں ذمہ داریوں میں اضافہ ہوگیا تو آپ مدینہ منتقل ہوگئے اور یہاں برابر اس امر کی کوشش فرماتے رہے کہ جب تک ہوسکے نان و نفقہ تجارت کے ذریعہ خود حاصل کریں۔

جب وفات کا وقت آیا تو آپ نے حکم فرمایا کہ میں نے بیت المال سے جو کچھ اب تک لیا ہے اس کا حساب کرلیا جائے اور کل رقم میری ذاتی ملکیت سے واپس کردی جائے۔ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ''جب میں وفات پاجاؤں تو مسلمانوں کے برتن، ان کا غلام، ان کی اونٹنی، ان کی چکیاں اور ان کی دو چادریں جو میں اوڑھنے اور بچھانے کے لئے استعمال کرتا تھا، واپس کردی جائیں''۔

روایات میں آپ کی عفت و زہد کے متعلق آتا ہے کہ آپ کی زوجہ محترمہ کو حلوہ کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے چند دن کے روز کے خرچ میں سے کچھ رقم پس انداز کرکے حلوہ خریدا۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے بیت المال میں کچھ درہم واپس فرمائے اور اس حساب سے یومیہ خرچ میں کمی کردی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے یہ مخلص دوست اپنے لئے کوئی ایسی چیز جائز نہیں سمجھتے تھے جس کو خود حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے لئے پسند نہ فرمایا ہو، حالانکہ اپنے خاص مال سے ایسا کرلینے میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔

آپ میں حلم و بردباری تو تھی ہی، حزم و تدبر سے بھی آپ کبھی غافل نہ رہے چنانچہ آپ گورنروں کی کاروائیوں پر نگاہ رکھتے اور رعایا کے حالات سے بھی باخبر رہتے۔ اگر کہیں ظلم و بے انصافی نظر آتی تو اپنی طبیعت و فطرت کے مطابق مظلوم کی دادرسی فرماتے اور بڑا آپ کی

نگاہ میں اس وقت تک چھوٹا رہتا جب تک اس سے حق وصول نہ کرلیا جائے۔

آپ کی مہم پر کسی سپہ سالار کو روانہ کرتے ہوئے اُسے نصیحت کی کہ

’’تم اپنے اہل لشکر کی طرف سے غافل نہ رہنا کہ ان میں فساد رونما ہوجائے، ان کا اس حد تک تجسس نہ کرنا کہ وہ ذلت و رسوائی محسوس کرنے لگیں۔ لوگوں کی پردہ دری نہ کرنا بلکہ ان کے ظاہری حالات پر اکتفاء کرنا‘‘۔

آگے فرماتے ہیں:

’’ان کا ظاہر قبول کرلو اور ان کے باطن کو خود ان پر چھوڑ دو‘‘۔

پھر حکم فرماتے ہیں کہ

’’ان سب باتوں کے باوجود لوگوں کے معاملات سے پوری آگاہی رکھنا اور جہاں کہیں فساد نظر آئے اس کی اصلاح کردینا‘‘۔

آپ نے گورنروں کو جہاں یہ نصیحت فرمائی کہ وہ لوگوں کی پردہ دری نہ کیا کریں وہاں یہ نصیحت بھی فرماتے رہے کہ وعدہ و وعید کی بھی خلاف ورزی نہ کریں۔

اس کا خلاصہ آپ کی اس نصیحت میں موجود ہے جو آپ نے حضرت عکرمہؓ کو فرمائی:

’’جب تم یہ کہو کہ میں یہ کروں گا تو اس کو کر گزرو۔ سزا یا درگذر کے معاملہ میں کبھی مہمل بات نہ کہو۔ جب تم کسی کو امن دو تو اس سے کوئی امید نہ وابستہ رکھو۔ جب تمہیں ڈرایا دھمکایا جائے تو اس کی پرواہ نہ کرو۔ بلکہ صرف اور صرف یہ دیکھو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور کیوں کہہ رہے ہو۔ کسی معصیت کی سزا میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو گنہگار ہوگے اور اگر سزا دینا ترک کرو گے تو جھوٹ کے مرتکب ہوگے‘‘۔

آپ کا پورا دور حکمرانی حلم و بردباری، صداقت شعاری، حزم و تدبر، دانشوری اور دور بینی کی اسی سنت پر چلتا رہا۔

ہر صورت میں یہ آپ کا دورِ خلافت اپنی دو جامع خوبیوں کی وجہ سے موجودہ دور کی ترقی یافتہ حکومتوں کے لئے اسوہ ونمونہ ہے۔

پہلی خوبی تو یہ کہ اس حکومت نے ان تمام غلط اصولوں کو مٹادیا جن کی وجہ سے کسی حکومت کو کسی عنوان سے غلط حکومت کہا جاتا ہے۔

دوسری خوبی یہ کہ اس نے اپنی غرض و غایت کو اتنا بلند کردیا جس سے اوپر کسی انسانی حکومت کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور وہ غرض و غایت فرد کی آزادی اور محکوموں کے مفاد و مصلحت سے تعبیر ہے۔

کہیں آپ بھی

تبخیر معدہ گیس ٹربل کے شکار تو نہیں؟

نظام ہضم کی خرابی، پیٹ میں گیس، کھٹے ڈکار، سینے میں جلن، معدے کی خرابی، بدہضمی، بھوک کی پرابلم، جسم کا موٹاپے کا شکار ہوجانا، سر کو چکر، دل کی گھبراہٹ، ذہنی کھچاؤ یہ سب علامات تبخیر معدہ گیس ٹربل کی ہی تو ہیں۔ یاد رکھیں جس انسان کا معدہ خراب ہوگا وہ کئی دوسری بیماریوں کا شکار ہوجائے گا۔ تبخیر معدہ نظام ہضم کی خرابی کو معمولی مرض نہ سمجھیں۔ اگر تبخیر معدہ گیس ٹربل کے مریض ہیں تو آج ہی ہمیں فون کرکے تبخیری کورس بذریعہ ڈاک وی پی VP منگوائیں۔

دَار الشفاء المَدنی

(دیسی طبّی یونانی دواخانہ)

ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان

0300-7522987

فون دوپہر 12 بجے سے شام 6 بجے تک کریں

سازش بے نقاب

الیکشن کمیشن کی غیر آئینی تشکیل کیوں؟

موجودہ نظام انتخاب میں شفاف انتخابات کا انعقاد ناممکن ہے!

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

معیشت، سیاست، آئین اور معاشرے کا برا حال ہے۔ آئین کا تحفظ کرنے والے آئینی ادارے ہی آئین کا تحفظ نہیں کر پا رہے۔ 23 دسمبر کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جن مسائل وملکی معاملات کی نشاندہی کی تھی آج وہ سب دنیا کے سامنے عیاں ہے۔ انتخابی نظام کے نقائص دور کرنے، انتخابی اصلاحات کے نفاذ اور آئین و قانون کے مطابق انتخابات کروانے کی کے لئے قوم اور مقتدر اداروں کی جانب توجہ مبذول کروانے پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خلاف مخالفت، الزامات اور تنقید برائے تنقید کا ایک طوفان بپا کیا گیا۔ آج وہی مخالفین انتخابات کے انعقاد کے لئے رچائے گئے ڈرامے، لگائے گئے تماشے اور آئینی شقوں کے مضحکہ خیز اطلاق پر سراپا احتجاج ہیں۔ نہ کوئی سکروٹنی ہوئی اور نہ آرٹیکل 62، 63 پر عمل ہورا۔ ہر قسم کے کرپٹ لوگوں کو اہل قرار دے دیا گیا ہے۔ غیر آئینی الیکشن کمیشن اور ''بزرگ'' نگران اپنے محسنوں کو نوازنے اور پوری قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی تیاریاں مکمل کئے بیٹھے ہیں۔ آئین کے محافظ سپریم کورٹ کی ناک کے نیچے یہ سب ہورہا ہے۔ لیکن افسوس ان کی جانب سے کوئی بھی ٹھوس اور قابل ذکر اقدام نہیں کیا گیا۔ شفاف انتخابات، قوم کے مستقبل اور آئین کے تحفظ کی کوئی گارنٹی نہیں ہے اور نہ ہی شفافیت کا کوئی امکان ہے۔ الیکشن کمیشن کی جس غیر آئینی تشکیل پر شیخ الاسلام نے اعتراض کیا تھا، آج اسی الیکشن کمیشن کی غیر آئینی تشکیل کرنے کے سبب کی سازش بے نقاب ہوچکی۔ آیئے! یہ سب شیخ الاسلام کی زبانی سنتے ہیں:

23 دسمبر 2012ء مینار پاکستان کے جلسے میں اور پھر 12 جنوری 2013ء سے لے کر 17 جنوری تک لانگ مارچ اور اسلام آباد کے دھرنے میں، میں نے اس نظام انتخاب کی مکمل تبدیلی کا مطالبہ کیا۔ ہر روز تسلسل کے ساتھ ان باتوں کو قوم کے سامنے رکھا اور انتخابی اصلاحات کے بغیر انتخابات کرانے کے نقصانات واضح کئے۔ لوگوں کو بیدار کیا اور ان حقائق سے پوری قوم کو آگاہ کیا کہ ایک بہت بڑی گھناؤنی سازش انتخابات کی شکل میں تیار کی گئی ہے۔ اس قوم کو ایک بہت بڑی تباہ کن اندھیری رات میں دھکیلنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ کرپٹ لوگوں کو انتخابات اور جھوٹی وجعلی جمہوریت کے نام پر پلٹا کر پھر مسند اقتدار پر بٹھانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اس کو میں نے ''مک مکا'' کا نام دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ الیکشن کمیشن غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے۔ جس ادارے کی تشکیل آئین اور قانون کے خلاف ہوئی ہو، جس ادارے کے اراکین کی تقرری میں آئین و قانون اور عدل و انصاف کو نظر انداز کردیا گیا ہو، قوم اس ادارے سے کیسے عدل اور انصاف پر مبنی صاف اور شفاف

انتخابات کی توقع کرسکتی ہے۔۔۔؟ میں نے عوامی انقلاب مارچ اور جلسہ ہائے عام میں تسلسل کے ساتھ یہ باتیں قوم پر واضح کیں۔ اس وقت بہت سے سیاسی و غیر سیاسی لوگ ہر روز صبح و شام میری مخالفت کرتے تھے اور میرے مطالبات کو جمہوریت کے خلاف سازش قرار دیتے تھے۔ میرے مطالبات کو آئین کے خلاف کہتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرا کہا ہوا ایک ایک لفظ آج نہ صرف سچ ثابت ہوا بلکہ اس وقت کے مخالفین اور ناقدین بھی آج اسی طرح چیخ رہے ہیں۔ ابھی ان کا چیخنا کم ہے۔ 11 مئی کے بعد جو کچھ ہونا ہے اس وقت ان کی چیخیں مزید نکلیں گی۔

میں یہ بات واضح طور پر ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہا ہوں کہ اس نظام کے تحت آنے والے انتخابات بدی کا سمجھوتہ ہے جس میں سیاستدان، قانون، عدلیہ، الیکشن کمیشن، ریٹرننگ آفیسر، نگران سمیت کئی ادارے شریک ہیں۔ جعلی ڈگری ہولڈر جعلی جمہوریت ہی لاسکتے ہیں اور جعلی جمہوریت اس ملک کا بیڑا غرق اور مستقبل تباہ کردے گی۔ نا اہل کرپٹ، بددیانت، جھوٹے قسم کے لوگوں پر مشتمل قوم کی قیادت اس ملک کی کشتی کو ڈبو دے گی اور یہ قوم مایوسی و ناامیدی اور طرح طرح کے بحرانوں کی لپیٹ میں آکر روئے گی۔ اس قوم کو حقیقی جمہوریت چاہئے مگر افسوس دوبارہ جعلی جمہوریت کو لانے کا ڈرامہ الیکشن کمیشن کے ناک کے نیچے اور ان کی آنکھوں کے سامنے رچایا جارہا ہے۔ یہ بات سن لیں کہ یہ سب ان کے ارادے سے ہورہا ہے، ان کے ڈیزائن سے ہورہا ہے، ان کی سازش اور منصوبہ بندی سے ہورہا ہے۔

آئین کی تضحیک

امیدواروں کو آرٹیکل 62، 63 کے مطابق اہل یا نااہل قرار دینے کے لئے ریٹرننگ آفیسرز سات دن تک پورے ملک میں تماشا کرتے رہے۔ کسی سے اس کی بیویوں کی تعداد پوچھتے تھے۔۔۔ کسی سے قومی ترانہ پوچھتے تھے۔۔۔ کبھی انگلش زبان میں 12 پھلوں کے نام تیزی سے سنانے کا کہا جاتا۔۔۔ کسی سے براعظموں کے نام پوچھتے رہے۔۔۔ کسی سے نماز جنازہ پوچھتے ہیں۔۔۔ کسی سے دعائے قنوت پوچھتے ہیں۔۔۔ کیا آرٹیکل 62، 63 میں ان سوالات کے پوچھنے کا کوئی جواز ہے۔۔۔؟ بددیانت ریٹرننگ آفیسرز، یہ بددیانت، چھوٹی عدلیہ کے افسران، یہ راشی یہ نااہل اس پوری قوم کے سامنے آئین کا مذاق بناتے رہے اور آرٹیکل 62، 63 کا مذاق اڑتا رہا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ملک کی سیاسی قیادت کے انتخاب کا یہ طریقہ ہوتا ہے؟ کبھی کسی کو نااہل اور پھر دوبارہ اہل قرار دیا جارہا ہے۔

سات دن تک یہ ہوتا رہا، پاکستان کا ہر ٹی وی چینل براہ راست دکھاتا رہا کہ کیا تماشے ہورہے ہیں۔ عدلیہ، الیکشن کمیشن، نگران حکومت ہر کوئی اسے دیکھتا رہا۔ 86 سال کے ان بوڑھوں کو کلیدی عہدوں پر رکھا ہی اس لئے ہے کہ انہیں نہ کچھ سنائی دے، نہ دکھائی دے اور نہ سجھائی دے اور ان کے ماتحت چالاک ہوشیار اور سیاسی جماعتوں کی طرف سے متعین افراد مخصوص ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے رہیں اور جو جھرلو پھیرنا ہے وہ سیاسی لوگ مل کر پھیرتے رہیں۔ میرا سوال ہے کہ جب قوم کے ہر فرد کو سات دن کے اس تماشے کا پتہ ہے تو الیکشن کمیشن کیوں خاموش رہا۔۔۔؟ اس ملک کی عدلیہ کیوں خاموش رہی۔۔۔؟ یہ تماشا ان کے ناک کے نیچے، آنکھوں کے سامنے کیوں ہوتا رہا۔۔۔؟ اور اسے کیوں ہونے دیا گیا۔۔۔؟ پہلے دن سے ہی کیوں نہیں روکا گیا کہ آرٹیکل 62، 63 اس قسم کے سوالات کا تقاضا نہیں کرتا۔

یہ سب اس لئے ہوا کہ یہ ایک سازش ہے۔ میں آج بتانا چاہ رہا ہوں کہ یہ تمام اقدامات دراصل آرٹیکل 62،

63 کو اگلی آنے والی جعلی پارلیمنٹ کے ذریعے آئین سے نکلوانے کی سازش ہے۔ اس کی تضحیک اور مذاق اڑایا گیا کہ تم آرٹیکل 62، 63 کی بات کرتے تھے، یہ آرٹیکل 62، 63 کی شکل ہے کہ اس کا مطلب ایسے سوالات ہی پوچھنا ہے۔ نااہل اور بددیانت قسم کے ریٹرننگ آفیسرز اور چیف الیکشن کمیشن نے سیاسی جماعتوں کے ساتھ ساز باز کرکے آرٹیکل 63، 62 کو ایک انٹرٹینمنٹ (تفریحی) آئیٹم بنادیا۔ امیدواروں کے نامزدگی فارمز اور سکروٹنی کو انٹرٹیمنٹ آئیٹم بنایا گیا۔ ریٹرننگ آفیسرز Misconduct کے مرتکب ہوئے، ان کو برطرف کردینا چاہئے، یہ بطور جج کرسی پر بیٹھنے کے اہل نہیں ہیں بلکہ جیل میں بھیجے جانے کے قابل ہیں۔

افسوس کسی نے اس کا نوٹس نہیں لیا حتی کہ عدلیہ بھی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ یہ آزاد عدلیہ کہلاتی ہے اور آزاد عدلیہ کا معنی پاکستان میں یہ ہے کہ جو چاہے کرے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہ ہو، یہ آزاد عدلیہ ہے۔ اسی وجہ سے میری پٹیشن کی سماعت نہیں ہوئی تھی اور الیکشن کمیشن کی غیر آئینی تشکیل کا مسئلہ سنا ہی نہیں گیا تھا کہ یہ ڈرامہ جو آج ہورہا ہے اس کی منصوبہ بندی تھی۔ اگر میری پٹیشن سن لی جاتی، اس الیکشن کمیشن کو توڑا جاتا اور آئین کے مطابق شفاف طریقے سے اچھے لوگوں پر مشتمل کمیشن تشکیل دیا جاتا تو یہ سب تماشا نہ ہوتا۔ سوائے چیف الیکشن کمشنر کے باقی افراد کرپٹ ہیں۔ بقیہ چار اراکین خریدے ہوئے ہیں۔ وہ سیاسی جماعتوں کے سیاسی مفادات کی حفاظت کے لئے بیٹھے ہیں، یہی حال نگرانوں کا ہے۔ کبھی نگران وزیر داخلہ ایک سیاسی جماعت کی حمایت میں بولتے نظر آتے ہیں، کبھی الیکشن کمیشن کے افسر چیختے ہوئے میڈیا والوں کے ساتھ لڑائی کرتے نظر آتے ہیں۔۔۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ ان کے نمائندے ہیں، یہ سیاسی پارٹیوں کا پولیٹیکل الیکشن سیل ہے جو ان کے مفادات کے تحفظ کے لئے بنا ہے۔ یہ سب ڈرامہ اس لئے رچایا گیا ہے کہ لوگوں کے ذہن خراب کئے جائیں، آرٹیکل 62، 63 کے خلاف ایک ذہن سازی ہو اور 62، 63 کی یہ شکل قوم کو دکھا کر آنے والی جعلی پارلیمنٹ کے ذریعے ان شقوں کو ہی آئین سے نکال دیا جائے تاکہ آئندہ گند کو صاف کرنے کی کوئی آئینی شق باقی نہ بچے۔

قوم سن لے! یہ آرٹیکل 62، 63 اور آئین کے نام پر ایک دھوکہ اور اس ملک کے خلاف بہت بڑی سازش ہورہی ہے۔ مجھے ان اداروں پر حیرت ہے جو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر خاموش بیٹھے ہیں۔ اس ملک میں کوئی الیکشن نہیں ہورہا۔ سکروٹنی کے نام پر سراسر دھاندلی، بدعنوانی اور خلاف آئین کام ہورہا ہے۔ میں نے سکروٹنی کے لئے 30 دن کہے تھے، انہوں نے ایک ہفتہ کردیا تاکہ ایک ہفتے کے اندر ایک ایسا نفسانفسی کا عالم، ہنگامہ آرائی اور تماشہ لگ جائے کہ کسی کو کچھ ہوش ہی نہ رہے کہ کیا ہورہا ہے۔

قرض خوروں اور ٹیکس چوروں کو عام معافی

امانت، دیانت اور واجب الادا قرض وٹیکس رقوم کی ادائیگی وغیرہ الیکشن لڑنے والے کے لئے آرٹیکل 63 کے ذیل میں ضروری ہے مگر افسوس کہ مکمل ثبوت کے باوجود سپریم کورٹ سے لے کر نچلی سطح تک کے کسی بھی متعلقہ ادارے یا کورٹ نے اس سلسلہ میں معمولی سی بھی سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

1990ء سے بڑے بڑے سیاسی لیڈر مالیاتی معاملات پر متعلقہ عدالتوں سے Stay لئے ہوئے ہیں یا بغیر Stay لئے ڈیفالٹرز ہیں۔ ان تمام کا کیس عدالتوں میں موجود ہے اور آئین کے مطابق مالیاتی معاملات پر 6 مہینے سے

زیادہ Stay نہیں دیا جاسکتا۔ مگر افسوس کہ سپریم کورٹ نے اور متعلقہ عدالتوں نے اس حوالے سے کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔ میموسکینڈل موجود اس پر کچھ نہیں کیا گیا۔۔۔ ایبٹ آباد کمیشن، NLC، اوگرا، ایفی ڈرین کیس، ڈرگز کیس، حج کرپشن کیس اور کتنے ہی کیس ہیں جو سپریم کورٹ میں موجود ہیں مگر اس کا فیصلہ نہیں ہو رہا۔۔۔ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں کیس موجود ہیں کہ بڑے بڑے لوگوں نے قومی بینکوں سے قرض معاف کروائے مگر ان کی طرف کسی کو آنکھ اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔۔۔ یوٹیلیٹی بلز اور ٹیکس نادہندہ کے نام قوم کے سامنے آچکے لیکن کوئی بھی ایکشن نہ لیا گیا بلکہ سکروٹنی میں ریٹرننگ آفیسرز نے ان لوگوں کو کلین چٹ دے دی۔۔۔ اب ان لوگوں کے پاس جواز موجود ہے کہ ہم پر کوئی دھبہ نہیں ہے کیونکہ ہمیں تو ریٹرننگ آفیسرز نے 62، 63 کے تحت کلیئر کر دیا ہے حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ

۱۔ ان ڈیفالٹرز کی لسٹ نہ صرف سپریم کورٹ میں موجود ہے بلکہ سپریم کورٹ نے اس پر ایک عدالتی کمیشن بھی بنایا تھا 1971ء سے لے کر 1990ء تک کے بینکوں کے ڈیفالٹرز کے نام لسٹ میں موجود تھے پھر 1992ء سے 2009ء تک جنہوں نے قرضے معاف کروائے، وہ ریکارڈ بھی اسی سپریم کورٹ میں ہے۔

۲۔ ستمبر 2012ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں بھی ایک رپورٹ پیش کی گئی کہ پچھلے نام نہاد پانچ سال جمہوری دور میں کتنے سو ارب روپے کے قرضے لے کر معاف کروائے گئے۔

۳۔ ہزارہا دستاویزات سپریم کورٹ میں ایسی بھی ہیں جو بینکوں نے جمع کرائی ہیں کہ کس کس نے کتنا کتنا قرض لیا اور معاف کروایا یا ابھی تک ادا نہیں کیا۔

۴۔ بعض لوگوں نے اپنے قرضے معاف نہیں کرائے لیکن ادا بھی نہیں کئے اور اس کے عوض متنازعہ جائیدادیں بینکوں میں دے کر جان چھڑا لی۔

۵۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان نے 20 اکتوبر 2010ء کو ایک لسٹ جاری کی ہے۔ جس میں ان تمام کمپنیز کے نام ہیں جو ہزارہا ارب روپے کی ڈیفالٹرز ہیں کہ قرض لئے گئے مگر آج تک ادا نہیں کئے۔ یہ لسٹ سپریم کورٹ کو بھی دی گئی مگر اس ساری چیزوں کے باوجود کچھ نہ ہوا۔

اگر الیکشن کمیشن یہ دستاویزات طلب کریں تو یہ مکمل ریکارڈ الیکشن کمیشن کو سپریم کورٹ اور سٹیٹ بینک سے فوری مل سکتا ہے مگر جب یہ کام کرنے کے لئے انہیں ان کے ''بڑوں'' نے بٹھایا ہی نہیں تو وہ یہ کام کیوں کریں گے۔ ظلم کی انتہا یہ ہے کہ ریکارڈ پر سب کچھ ہے مگر وہ یہ صفائی کرنا نہیں چاہتے۔ وہ سارے مجرموں کو محفوظ راستہ دے رہے ہیں۔ یہ صفائی تب ہوگی جب اداروں سے سیاست نکلے گی۔ پاکستان کے ادارے ریاست کے لئے نہیں بلکہ سیاست کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے میں نے آواز بلند کی تھی ''سیاست نہیں ریاست کو بچاؤ''۔ میں سیاست کا مخالف نہ تھا، نہ ہوں مگر گندی سیاست کا مخالف ہوں۔ بدعنوانی کی سیاست کا مخالف ہوں، کرپشن کی سیاست کا مخالف ہوں، جانبداری کی سیاست کا مخالف ہوں، بے ایمانی کی سیاست کا مخالف ہوں، لوٹ کھسوٹ اور لوٹ مار کی سیاست کا مخالف ہوں۔ میں اس سیاست کا مخالف ہوں جو ہماری ریاست پاکستان کو کھائے جا رہی ہے۔

قوم کے مجرم 5 ادارے

میں قوم کو بتانا چاہوں کہ پانچ ادارے قوم کے مجرم ہیں:

۱۔ قوم کا سب سے بڑا مجرم الیکشن کمیشن آف پاکستان ہے جس میں چیف الیکشن کمشنر کے ماتحت چار اراکین کرپٹ ہیں۔ یہ اراکین سیاسی جماعتوں کے نمائندے ہیں۔ اس ادارے سے یہ سب کام کروانے کے لئے منصوبہ بندی کے تحت اس کی غیر آئینی تشکیل کی گئی اور ناجائز تحفظ دیا گیا۔

۲۔ قوم کا دوسرا بڑا مجرم نیب NAB (قومی احتساب بیورو) ہے۔ NAB کے پاس ان تمام وزرائے اعظم، وزرائے اعلیٰ، صدر، گورنرز، ایم این اے، ایم پی اے، سینیٹرز اور بیوروکریٹس کی کرپشن کا سارا ریکارڈ موجود ہے جو اس نے سکروٹنی کے عمل کے دوران الیکشن کمیشن کو پیش ہی نہیں کیا۔

۳۔ قوم کا تیسرا بڑا مجرم FIA ہے۔ جس کے پاس جرائم کا مکمل ریکارڈ موجود ہے اور اس نے بھی یہ ریکارڈ سکروٹنی کے دوران الیکشن کمیشن کو پیش ہی نہیں کیا۔

۴۔ اس قوم کا چوتھا بڑا مجرم FBR (فیڈرل بورڈ آف ریونیو) ہے۔ اس نے بھی کمیشن میں اپنا مکمل ریکارڈ پیش نہیں کیا۔

۵۔ قوم کا پانچواں بڑا مجرم سٹیٹ بینک آف پاکستان ہے۔ انہوں نے ڈیفالٹرز کی لسٹ سے پاکستانی قوم کو بروقت آگاہ نہیں کیا اور ان معلومات تک کمیشن کو براہ راست رسائی نہیں دی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے ان پانچوں اداروں نے یہ جرم کیوں کیا؟ اس لئے کہ ان اداروں میں انہی سیاستدانوں کے مقرر کردہ افراد کی تقرریاں ہوئی ہیں۔ یہی سیاسی قائدین ان افسروں کی تقرریاں کرتے ہیں، تنزلی بھی یہی کرتے ہیں، ٹرانسفر بھی یہی کرتے ہیں اور بڑے بڑے اگر معطل ہوجائیں تو بحال بھی انہوں نے کروایا ہے۔ پس یہ ادارے اور ان کے سربراہان بحال ہونے کا صلہ، ترقیوں کا صلہ، تقرری کا صلہ، آئندہ تنزلی سے اپنے آپ کو بچانے کا صلہ اس صورت میں دیتے ہیں کہ ان سیاستدانوں کے گناہوں کو چھپالیتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ یہ کرپشن کے الیکشن ہیں، دو مہینے کی بات ہے، پلٹ کر انہوں نے پھر اقتدار میں آنا ہے۔ ''وہ'' آئیں یا ''یہ'' آئیں یا مل جل کر آئیں، آنا انہوں نے ہے، نئے لوگ نہیں آئیں گے۔ اس لِئے کہ الیکشن کا نظام نئی قیادت کا دشمن ہے۔۔۔ الیکشن کا نظام امانت اور دیانت کا دشمن ہے۔۔۔ الیکشن کا نظام سچی جمہوریت کا دشمن ہے۔۔۔ الیکشن کا نظام آئین، قانون، عدل اور انصاف کا دشمن ہے۔ انہیں پتہ ہے انہی لٹیروں نے آنا ہے۔ اگر ان کے ریکارڈ ظاہر کردیں اور معلومات عوام تک پہنچادیں تو ان لوگوں نے برسرِاقتدار آتے ہی ہمارے گریبان کو پکڑ لینا ہے۔ لہذا انہوں نے اپنی نوکریاں بچانے کے لئے الیکشن کمیشن کو معلومات پیش نہیں کیں یا بروقت نہ دیں اور حیلوں بہانوں سے کام لیا۔ یہ ظلم کی انتہا ہے۔

☆ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے 10 اپریل کو لاہور ہائیکورٹ میں یہ بات بیان کی جس میں تسلیم کیا ہے کہ ''ان کے پاس FBR، NAB اور سٹیٹ بینک آف پاکستان کی طرف سے بینک کے قرضوں کے ڈیفالٹرز، قرض معاف کروانے والوں کے نام اور نادہندگان کی فہرست تیار نہیں ہے''۔

ریٹرننگ افسروں نے آرٹیکل 62 کا حلیہ بگاڑا، آرٹیکل 62، 63 کے تحت سارا ڈرامہ رچایا اور آئین کا مذاق اڑایا۔ قوم کو ''تفریح'' مہیا کی جبکہ آرٹیکل 63 جو ڈیفالٹرز اور جو لٹیروں کو روکتا تھا اس کا ایک سوال بھی نہیں کیا گیا، کیوں۔۔۔؟ اس لئے کہ ریٹرننگ آفیسرز کے پاس لسٹیں نہیں تھیں کہ کون لوگ ڈیفالٹرز ہیں۔۔۔؟ کس کس نے قرض معاف کروائے ہیں۔۔۔؟ کس کس نے لوٹ کھسوٹ کی ہے۔۔۔؟ بینکوں کے قرضے کس نے واپس نہیں کئے۔۔۔؟ کس نے بلز ادا نہیں کئے۔۔۔؟ کون ٹیکس نادہندہ ہے۔۔۔؟ متعلقہ محکموں نے معلومات ریٹرننگ آفیسرز کو نہیں پہنچائیں۔

میں سوال کرتا ہوں کہ اگر الیکشن کمیشن آف پاکستان کے پاس یہ لسٹیں نہ تھیں تو انہوں نے پریس کانفرنس کے ذریعے قوم کو حقیقت حال سے آگاہ کیوں نہیں کیا کہ ہم سکروٹنی نہیں کرواسکتے کیونکہ ہمارے پاس لسٹیں موجود نہیں۔ سٹیٹ بینک، ایف بی آر، نیب ہمیں لسٹیں مہیا نہیں کررہا یا سپریم کورٹ سے نہیں مل رہیں۔ انہیں میڈیا کے ذریعے قوم کے ہر فرد کو بتانا چاہئے تھا۔ سکروٹنی کیسے ہو؟ قرض ہڑپ کرنے والوں کو کیسے پکڑیں؟ لٹیروں کو کیسے پکڑیں؟ اس لئے کہ ریٹرننگ آفیسرز کے پاس لسٹیں نہیں ہیں، وہ سوال کیا کریں؟ سکروٹنی کیا کریں؟ چیک کیا کریں؟ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ لٹیروں کو دروازے سے گزارنا تھا، ان کرپٹ لیڈروں کو جو ملک کا مال حرام طریقے سے کھا کے پل گئے ہیں ان کو دوبارہ ملک کا حکمران بنانا تھا۔ یہ جرم الیکشن کمیشن نے کیا اور اپنی زبان سے لاہور ہائیکورٹ میں اس کا اعتراف بھی کرلیا۔

☆ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے ریٹرننگ اینڈ اسسٹنٹ ریٹرننگ آفیسرز کو ہدایات کی، جو ہینڈ بک دی ہے اس ہینڈ بک میں لاہور ہائیکورٹ میں دائر کی گئی مذکورہ پٹیشن میں درج معاملات زیر بحث ہی نہیں لائے گئے۔ گویا ان کے نزدیک قرض خور اور ٹیکس چور پارلیمنٹ میں چلے جائیں، ان کو فرق ہی نہیں پڑتا۔ الیکشن کمیشن ان کو پارلیمنٹ بھجوانے کے لئے بیٹھا ہے، رکوانے کے لئے نہیں۔ سابقہ حکومت نے ڈپٹی گورنر سٹیٹ بینک آف پاکستان کی تقرری حکومت کے آخری دنوں میں کی۔ کمیشن کا سب سے پہلا بیان یہ آیا کہ اسے کیوں لگایا لیکن بعد ازاں الیکشن کمیشن نے بیان دیا کہ ہمیں اس تقرری پر کوئی اعتراض نہیں، اسے برقرار رکھا جائے۔

الیکشن کمیشن تو ہر دوسرے دن بیان بدل لیتا ہے۔ یہ پوری قوم کو بے وقوف بنانے کے لئے شور مچاتے ہیں۔ یہ کئی اداروں کی ملی بھگت ہے۔ میڈیا میں ایک ہنگامہ کھڑا کرتے ہیں، قوم کہے کہ واہ بھئی واہ! الیکشن کمیشن نے کمال کردیا۔۔۔ 62، 63 کا حق ادا کردیا۔۔۔ پکڑ لیا۔۔۔ گویا ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسے تماشے کریں تاکہ قوم میں ان کی نیک نامی ہو۔ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ اصل میں کیا ہونا ہے۔ بالآخر سب کو پاک صاف کا سرٹیفکیٹ جاری ہوجائے گا۔ قوم نے دیکھا کہ جعلی ڈگری والے پہلے روکے گئے، سزا سنائی گئی اور بالآخر ان کو بھی کلیئر کردیا گیا۔ یعنی جعلی ڈگری ہولڈرز پر الیکشن لینے میں بھی واضحیت نہیں، کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ ریٹرننگ افسروں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ یہ بھی جج ہیں۔ عدلیہ کے آزاد جج ہیں، آزاد کا مطلب ہے جو چاہو کرو تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا۔ الیکشن کمیشن کے ممبران انہیں ہدایات دیتے ہیں کہ کس طرح ڈیل کرنا ہے، کس کو چھوڑنا اور کس کو روکنا ہے۔

☆ 31 مارچ 2013ء کو سٹیٹ بینک آف پاکستان کی طرف سے ایک لیٹر جاری ہوا اور 3 اپریل 2013ء کو احتساب بیورو کی طرف سے ایک لیٹر جاری ہوا۔ جس کے مطابق بڑے بڑے سیاسی لیڈروں پر نادہندگی اور کرپشن کے کیس ہیں۔ سوال یہ ہے ان پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالا جاتا۔۔۔؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے ذاتی نام پر قرضے نہیں لیتے بلکہ اپنی کمپنیوں کے نام پر قرضے لیتے ہیں۔ کسی لیڈر

کے نام پر قرض کی تفصیلات جاننا چاہیں تو کوئی ریکارڈ نہیں ہے کیونکہ اس لیڈر نے اپنے نام پر نہیں بلکہ کمپنی کے نام پر قرض لے رکھا ہے، اب یہ ادارے اس شخص کو نہیں بلکہ کمپنی کو ڈیفالٹر قرار دیتے ہیں۔ اپنے ذاتی نام پر قرضہ صرف وہ شخص لے گا جو بہت ہی سادہ، پرلے درجے کا بیوقوف ہے۔ ان سب لوگوں نے کمپنیاں بنارکھی ہیں جن میں اپنے اور اپنے زیر کفالت افراد کے شیئر 49% تک رکھتے ہیں۔ اب قیامت تک آپ ان کو بینکنگ لاز کے مطابق پکڑ نہیں سکتے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ کرپشن میں یہ اتنے ماہر ہیں کہ بڑی بڑی جماعتوں کے نامور سربراہوں کے کیس عدالتوں میں 12,12 سالوں سے التواء میں پڑے ہیں مگر کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آزاد عدلیہ اور الیکشن کمیشن کے پاس آنکھیں نہیں ہیں کہ دیکھ سکیں۔۔۔ کان نہیں ہیں کہ سن سکیں۔۔۔ یہ سیاسی قائدین بجلی کے کروڑہا روپے کے ڈیفالٹر ہیں اور یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے مگر کوئی ان کو پوچھنے والا ہی نہیں۔ اس تمام کو ذکر کرنے کا مقصد کسی کو ذاتی طور پر تنقید کا نشانہ بنانا نہیں بلکہ اس نظام کو ننگا کرنا ہے۔

تبدیلی، موجودہ نظام کے تحت ممکن نہیں!

قوم ایک تبدیلی چاہتی ہے۔ مگر قوم کو یہ بتایا جارہا ہے کہ الیکشن کے ذریعے تبدیلی آئے گی جبکہ الیکشن منصفانہ ہو ہی نہیں رہا۔ نگران حکومت، الیکشن کمیشن یا دوسرے ادارے الیکشن کو شفاف بنانے کے لئے ایسے کوئی اقدام نہیں کر رہے ہیں جس سے کوئی صاف اور شفاف الیکشن ہو اور تبدیلی آئے۔ آرٹیکل 62، 63 کے مطابق نئے لوگ پارلیمنٹ کا حصہ بنیں، یہ نہیں ہوگا۔ اس سسٹم کے تحت الیکشن کے ذریعے کوئی تبدیلی نہیں آئے گی بلکہ انارکی، خون خرابہ ہوگا اور ریاست پاکستان کو نقصان پہنچے گا۔ اس نظام سے قیادت نہیں بدلے گی۔ سچی جمہوریت کے لئے بہت بڑا انقلاب چاہئے۔ کم و بیش دس ہزار سیاستدان، افسران اور بیوروکریٹس کو جیل میں ڈالنا ہوگا۔

ہم نے فیصلہ کیا کہ گیارہ مئی کو ہم ووٹ نہیں ڈالیں گے۔ میں پوری قوم سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ پرامن احتجاج کریں اور اس دھاندلی کے نظام کے خلاف عوامی تحریک کے زیر اہتمام ملک بھر میں ہونے والے دھرنوں میں شریک ہوں۔ لاکھوں کی تعداد میں دھرنوں میں آکر پرامن طریقے سے بیٹھیں اور دنیا کو پیغام دیں کہ ہم اس کرپشن کے نظام کو مسترد کرتے ہیں۔۔۔ ہم جعلی جمہوریت کو نہیں مانتے۔

We need a True Democracy.... We need a Substantial Change....

We need Complete Change of System..... اس نظام کے اندر رہتے ہوئے اس قوم کی تقدیر نہیں بدلے گی بلکہ ملک تباہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کو قائم رکھے۔ خدانخواستہ کچھ ہوگیا تو ذمہ دار سارے قومی ادارے ہوں گے۔ خواہ خون بہے۔۔۔ خواہ ادارے برباد ہوں۔۔۔ خواہ ملکی معیشت برباد ہو۔۔۔ خواہ قوم مایوس ہو۔۔۔ ذمہ داری اس وقت خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھنے والے اداروں سمیت ملک کے ہر ادارے کی ہوگی۔ میں اپنی آواز ہر ادارے کے کان تک پہنچا رہا ہوں اور اٹھارہ کروڑ عوام کو گواہ بنارہا ہوں۔ عوام گیارہ مئی کے دھرنوں میں شریک ہوں۔۔۔ احتجاج سے ثابت کریں کہ ہم اس بددیانتی اور بدعنوانی کے نظام کو مسترد کرتے ہیں۔۔۔ انقلاب کے لئے اٹھیں! جب تک اس نظام کا تختہ نہیں الٹا جائے گا اس ملک کا مسئلہ کبھی حل نہیں ہوگا۔

پاکستان کے تمام مسائل کی جڑ موجودہ کرپٹ نظامِ انتخاب

علامہ اقبالؒ کی فکری کاوشوں اور قائدِ اعظمؒ کی قائدانہ عملی جدوجہد سمیت برصغیر کے ہزاروں علماء، مشائخ، خواتین، طلباء اور عام لوگوں کی کئی عشروں پر مشتمل تحریک کے نتیجے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں یہ خطہ پاک عطا کیا تھا۔ لاکھوں لوگوں نے قربانیاں دیں۔ مقصد یہ تھا کہ ہماری آئندہ نسلیں آزاد اور ترقی یافتہ فلاحی اسلامی معاشرے میں پر سکون زندگی گزار سکیں۔ لیکن افسوس کہ یہ خواب محض خواب ہی رہا۔ قائدِ اعظمؒ کی وفات کے بعد پاکستان جاگیرداروں، وڈیروں، لٹیروں، سرمایہ داروں، مفا د پرست سیاست دانوں اور فوجی ڈکٹیٹروں کے دستِ تسلط میں آگیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا نظام قائم ہو گیا جس کے تحت اسلامی جمہوری ریاست کے خدوخال آغاز سفر میں ہی دھندلا گئے۔ وہ لوگ عنانِ حکومت پر قابض ہو گئے جو اس ساری خون آشام جدوجہدِ آزادی میں شریک ہی نہیں تھے۔ چنانچہ اس قبضہ گروپ نے نوزائیدہ ملک کو نوچنا شروع کیا اور ٹھیک 24 سال بعد اسے دولخت کر دیا۔

جو خطۂ زمین پاکستان کے نام سے بچ گیا اسے گزشتہ 41 برسوں سے باری باری اسی ظالمانہ اور باطل پرست نظام کے زیرِ سایہ سیاسی طالع آزماؤں اور فوجی ڈکٹیٹروں نے تختۂ مشق بنایا ہوا ہے۔ اس دوران ان ہوس پرست طبقات میں عدلیہ، انتظامیہ کی چند کالی بھیڑوں سمیت بعض موقع پرست سیاسی اور مذہبی قائدین بھی شامل اقتدار ہوتے رہے لیکن اس پورے عرصہ میں جو طبقہ مکمل طور پر نظر انداز ہوا وہ اس ملک کے سفید پوش اور غریب عوام تھے۔

ہر دفعہ پارلیمنٹ پر اٹھنے والے اربوں روپے کے اخراجات غیر معمولی لیکن اس پارلیمنٹ کے ذریعے ملک اور عوام کو کیا فائدہ ہوا۔۔؟ پاکستان کو درپیش حقیقی مسائل معیشت، ، معاشرت، تعلیم، صحت کے اداروں کی بہتری، کرپشن، لوٹ مار، طبقاتی تقسیم، صوبائی، لسانی اور مذہبی منافرت جیسے بنیادی مسائل کو ختم کرنے کے لئے کوئی قانون سازی نہیں کی گئی۔ قوم پر غیر ملکی مالیاتی اداروں کا قرض ہر روز بڑھتا جا رہا ہے۔ مہنگائی کئی گنا بڑھ گئی مگر اس کی روک تھام کے لیے کوئی قدم نہ اٹھایا گیا بلکہ پارلیمنٹ اور کابینہ کے فاضل ممبران براہ راست چینی، آٹے چاول، گھی، پٹرول، آلو اور پیاز جیسے بحرانوں کا سبب بنتے رہے۔ اندرونی و داخلی مسائل کی طرح خارجہ پالیسی کی واضح راہوں کا تعین بھی نہ کیا گیا۔

سیاسی پنڈتوں نے کرپشن کا بازار گرم رکھا اور مل بانٹ کر کھانے کے عمل کو ''مفاہمت'' کا نام دے کر قوم کے ساتھ مذاق کیا گیا۔ نام نہاد مفاہمت کے نتیجہ میں باری

باری حکومت کرنے کا معاہدہ کیا گیا۔ ملک میں کوئی قانون نہیں، لوگ مر رہے ہیں، مہنگائی کا بازار گرم ہے۔ روزانہ بے گناہ شہریوں کا قتل عام، لاقانونیت، خودکش حملے، ڈرون حملے، الغرض ملی اور قومی غیرت و حمیت کا جنازہ نکال دیا گیا قومی غیرت اور حمیت کو بیچ کر اسکی تقدیر کے فیصلے کا اختیار غیر ملکی طاقتوں اور ان کے ایجنٹوں کو دیا گیا اور ہر کوئی ان کے سامنے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہے۔

پوری قوم کے لئے سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی عوام کب تک اس نظامِ جبر میں پستی رہے گی۔۔۔؟ کیا65 سال بعد بھی ہم اس نظام کا حصہ بن کر اپنی آئندہ نسلوں کے ساتھ بددیانتی کے مرتکب ہوتے رہیں گے۔۔۔؟ کیا پاکستانی قوم ترقی یافتہ اقوام کے درمیان اسی طرح معاشی، سیاسی، سماجی، قانونی اور تعلیمی طور پر پسماندہ قوم کے طور پر پہچانی جاتی رہے گی۔۔۔؟ کیا بھارتی اور مغربی دانشوروں کے بقول پاکستان کو ایک ناکام ریاست کے طور پر تسلیم کر لیا جائے۔۔۔؟ کیا اسلامی تشخص کے قیام کے لئے خطہ زمین کا حصول ایک بے معنی مشق تھی۔۔۔؟ یہ وہ سوال ہیں جو آج ہر شخص کے ذہن میں ابھر رہے ہیں لیکن ماحول پر چھائی ہوئی مایوسی، افسردگی اور خوف و ہراس کی وجہ سے کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔

موجودہ نظامِ انتخابات کی خامیاں

آیئے! اس امر کا جائزہ لیں کہ ہمارے موجودہ جمہوریت میں وہ کیا کیا خامیاں اور بنیادی نقائص ہیں جن کے پیشِ نظر ملکی معاملات خرابی کا شکار ہورہے ہیں۔ پاکستان میں رائج موجودہ نظام انتخابات جسے سادہ اکثریتی نظام کہا جاتا ہے کسی بھی لحاظ سے عوام کی حقیقی نمائندگی اور حقیقی جمہوریت کا عکاس نہیں۔ذیل میں مختلف جہات سے پاکستان کے موجودہ نظام انتخابات کی خامیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ اسلامی تصورِ نمائندگی سے تصادم

اسلام میں خلافت و نیابت کے سنہری اصول اور شوریٰ اور اولی الامر کی اہلیت کا معیار دیا گیا ہے۔اکثریت کی نمائندہ حکومت کے قیام کے واضح اصول بھی موجود ہیں جبکہ موجودہ نظام کے تحت اکثریت کی نا پسندیدہ حکومت تشکیل پاتی ہے۔اسے عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل نہیں ہوتی۔اس لئے ایسی شوریٰ (پارلیمنٹ) اسلامی شوریٰ نہیں کہلاسکتی اور نہ ہی ایسے نمائندوں کو اقتدار سونپا جا سکتا ہے جو اپنی جیت کے لئے اپنی انتخابی مہم کو میلے یا سرکس کے انداز میں چلاتے ہیں اور اپنے آپ کو منتخب کروانے کے لئے ہر جائز وناجائز ذریعہ استعمال کرتے ہیں۔ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ذاتی مفادات کی جنگ ہے، اس میں عوام کی خیر خواہی اور خدمت کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا۔

پاکستان کی فیڈرل شریعت کورٹ میں 1988ء کے انتخابات کے بعد بہت سی درخواستیں موجودہ نظام انتخابات اور انتخابی قوانین کو کالعدم قرار دینے کے لئے دائر کی گئیں اور ان درخواستوں کے دلائل کی بنیاد پر فیڈرل شریعت کورٹ نے بھی موجودہ نظام انتخاب کو قرآن وسنت کے اصولوں کے خلاف قرار دیا تھا۔ان درخواستوں کی سماعت کے دوران سب سے بڑی دلیل یہی پیش کی گئی تھی کہ موجودہ نظام انتخاب میں انتخابی مہم ایک میلے یا سرکس کے انداز میں چلائی جاتی ہے۔ ہر امیدوار کی اولین ترجیح اپنی ذات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا اور اپنے حریف امیدوار کی کردار کشی ہوتی ہے۔امیدوار منافقت اور فریب کا لبادہ اوڑھے ہوئے لالچ، دھونس، دھمکی اور جھوٹے وعدوں کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ ووٹوں کے حصول کی خاطر ایک ایک

دروازے پر پہنچ کر ووٹروں کا تعاقب کرتا ہے۔ وہ تنخواہ یافتہ کارکنوں کی فوج حتی کہ بعض اوقات انتخابی مہم کے حربوں میں خصوصی طور پر تربیت یافتہ بیرونی ماہرین کی خدمات بھی حاصل کرتا ہے۔امیدوار کی بینروں، پوسٹروں اور پلے کارڈوں کے ذریعے بڑے پیمانے پر جھوٹی تشہیر کی جاتی ہے۔ مہنگی گاڑیوں اور ٹرکوں پر سوار کرائے کے رضا کاروں کے جلوس سڑکوں محلے محلے گاؤں گاؤں نعرے لگاتے ہوئے گشت کرتے اور ووٹروں کی حمایت حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ امیدوار کی اپنی خواہش اور اس کے بھاری خرچ پر ہوتا ہے۔حمایت حاصل کرنے کے لیے علاقائی ، فرقہ وارانہ،قبائلی اور اس طرح کے دوسرے تعصّبات کو استعمال کیا جاتا ہے، بوگس اور جعلی ووٹ بھگتنا معمول کی بات ہے۔بالآخر جو سب سے اونچے داؤ لگا کر یہ کھیل کھیلتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

2۔ اکثریت کی نمائندگی سے محروم حکومت

موجودہ نظام انتخاب کے تحت جو بھی حکومت بنتی ہے صحیح معنوں میں اقلیتی حکومت ہوتی ہے۔چونکہ اس نظام کے تحت ایک امیدوار کل رجسٹرڈ ووٹوں کا بہت تھوڑا حصہ لے کر بھی کامیاب ہو سکتا ہے۔حتی کہ اپنے حریف امیدواروں سے محض ایک ووٹ کی سبقت ہی کامیابی کے لئے کافی ہے۔ اس نمائندگی کی حقیقت اس تجزیے سے سامنے آتی ہے:

فرض کیجئے ایک حلقہ انتخاب میں ایک لاکھ رجسٹرڈ ووٹر ہیں۔ ان میں سے 50,000افراد نے اپنا حق رائے دہی اپنے پسندیدہ امیدواروں کے حق میں استعمال کیا۔کل 5امیدواروں نے انتخاب میں حصہ لیا۔ ایک امیدوار نے 12,000 ووٹ حاصل کیے۔۔۔ دوسرے نے 11,500ووٹ حاصل کیے۔۔۔ تیسرے نے 11,000ووٹ حاصل کیے۔۔۔ چوتھے نے 9,500اور پانچویں نے 8,000ووٹ حاصل کئے۔اس طرح موجودہ نظام کے تحت 12,000ووٹ حاصل کرنے والا امیدوار اس حلقے کا نمائندہ قرار دے دیا جائے گا حالانکہ 38,000افراد اسے نمائندہ نہیں بنانا چاہتے اور 50,000 افراد نے ان تمام پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اور ان کے ذریعے تبدیلی نہ آنے کے یقین کے ساتھ اپنا رائے حق دہی استعمال ہی نہیں کیا۔مگر 12 ہزار ووٹ لینے والا صرف اس لئے کامیاب قرار دیا گیا کہ اس نے اپنے حریف امیدوار کے مقابلے میں 500ووٹ زیادہ لئے ہیں اور اب وہ ایک لاکھ افراد کے حلقہ انتخاب کا نمائندہ تصور کیا جائے گا۔

موجودہ نظام میں نمائندگی کا تناسب

مندرجہ بالا تجزیے کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان میں 1970، 1977، 1985، 1988، 1990، 1997، 2002 اور 2008 کے انتخابات کا جائزہ لیں تو ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی جہاں امیدوار محض چند ووٹوں کی اکثریت سے کامیاب ہوئے اور پورے حلقہ انتخاب کے نمائندے قرار دیے گئے اور مجموعی طور پر برسر اقتدار آنے والی سیاسی جماعتوں نے بھی بہت کم ووٹ حاصل کیے۔مثلاً 1970ء کے انتخابات میں برسر اقتدار جماعت کو صرف 38.9 فیصد ووٹروں کی تائید حاصل تھی۔۔۔ 1988ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے 37.63فیصد ووٹ اور 45 فیصد نشستیں حاصل کیں جبکہ اسلامی جمہوری اتحاد نے 29.56فیصد ووٹ حاصل کیے اور 28فیصد نشستیں حاصل کیں۔اس طرح اس نظام انتخاب کے تحت پیپلز پارٹی نے ووٹوں کے تناسب سے زیادہ نشستیں حاصل کیں اور اسلام جمہوری اتحاد نے تناسب سے کم نشستیں حاصل کیں۔

1990ء کے انتخابات میں اسلامی جمہوری

اتحاد کو 37.37 فیصد ووٹ ملے اور 106 نشستیں ملیں یعنی 52.8 فیصد۔۔ جبکہ پی ڈی اے کو 36.65 فیصد ووٹ ملے اور نشستیں 44 یعنی 22.7 فیصد۔۔ اس طرح اس نظام انتخاب کے تحت ووٹوں میں صرف ایک فیصد کے فرق سے 62 نشستوں کا فرق پڑ گیا۔ اس کے بعد نصف سے بھی کم نشستیں حاصل کرنے والی جماعت نے حکومت سازی کے مرحلہ پر در پردہ دھاندلی اور اراکین اسمبلی کو ہارس ٹریڈنگ کے عمل سے خرید کر حکومت بنا لی اور وہ حکومت ملک بھر کے عوام کی نمائندہ حکومت کہلائی۔

اسی طرح مجموعی ٹرن آؤٹ کے اعتبار سے ان انتخاب کا جائزہ لیا جائے تو 1977ء کے عام انتخابات میں ڈالے ہونے والے ووٹوں کی شرح کا تناسب سرکاری اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 63 فیصد تھا، جو کہ بعد ازاں آنیوالے انتخابات میں بتدریج کم ہوتا رہا۔۔ 1988ء کے عام انتخابات میں ٹرن آؤٹ 43.07 فیصد ہوا۔۔ 1990ء کے عام انتخابات میں 45.46 فیصد تک پہنچ گیا۔۔ 1993ء کے عام انتخابات میں 40.28 فیصد پر آ گیا۔۔ 1997ء کے عام انتخابات میں 35.42 فیصد کی نچلی سطح پر آ گیا۔۔ 2002ء کے عام انتخابات میں 41.26 فیصد کی سطح پر پہنچایا گیا۔۔ 2005ء میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں ووٹوں کا ٹرن آؤٹ 30 فیصد کی انتہائی نچلی سطح تک گر گیا حالانکہ یہ الیکشن لوکل سطح پر منعقد ہوئے اور ان میں لوگوں نے زیادہ بڑھ چڑھ کر مقامی نمائندوں کو ووٹ دیئے۔۔ 2008ء کے عام انتخابات میں ٹرن آؤٹ تقریباً 44 فیصد رہا۔ اس تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام موجودہ مہنگے اور بدعنوان انتخابی نظام سے مایوس ہو چکے ہیں اور انہیں موجودہ نظام انتخابات کے ذریعے ملک میں کوئی مثبت تبدیلی آنے کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا۔

اسی طرح اگر ہم ان انتخابات میں انفرادی امیدواروں کی جیت کا تناسب دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں بھی توازن نہیں اور کوئی بھی امیدوار اپنے مدمقابل امیدواروں سے محض ایک ووٹ کی برتری لے کر کامیاب ہو سکتا ہے، چاہے اسے رائے دہندگان کی اکثریتی تعداد ناپسند کرتی ہو۔

موجودہ نظام انتخابات کے تحت منعقد ہونے والے انتخابات اور ان سے بننے والی حکومتوں کو حاصل کردہ ووٹوں اور نشستوں کے جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نظام انتخاب کے تحت نہ تو کوئی رکن پارلیمنٹ عوام کی اکثریت کا نمائندہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان نمائندوں کے ذریعے بننے والی حکومت عوام کی اکثریت کی نمائندہ حکومت ہوتی ہے جبکہ ایک جمہوری نظام کی لازمی شرط یہ ہے کہ جمہور (عوام کی اکثریت) کو منتخب اداروں میں واضح نمائندگی ملے جو کہ موجودہ نظام میں کسی شکل میں بھی پوری نہیں ہوتی۔

3- سرمایہ دار و جاگیردار کا محافظ نظام

موجودہ نظام انتخابات صرف سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے۔ اس نظام کے تحت صرف سرمایہ دار اور جاگیر دار ہی منتخب ہو سکتے ہیں۔ یہ ایسا نظام ہے جس میں پولیس کی موجودگی میں لیڈی پولنگ سٹاف کی تھپڑوں سے پٹائی پر قانون کسی جاگیردارنی خاتون کو روکنے سے معذور ہے اور الیکشن کمیشن اُسے نااہل کرنے کے بجائے اسے دوبارہ انتخابات کے لئے اہل قرار دیتا ہے۔ اس نظام میں عوام کو دہشت زدہ کر دیا گیا ہے اور ان کی ذاتی پسند کو محدود کر دیا جاتا ہے ان سے جبراً ووٹ لیے جاتے ہیں۔ جب اقتدار ان طبقات کے ہاتھ میں آتا ہے تو یہ صرف ایسے قوانین وضع کرتے ہیں اور دستور اور قانون میں ایسی ترمیم کرتے ہیں جن سے صرف ان کے اعلیٰ سطحی مفادات کا تحفظ ہو سکے۔ عوام کے مفاد میں کوئی فیصلہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی پالیسی بنتی ہے۔

اس کی مثال آئندہ آنے والے انتخابات کے لئے الیکشن کمیشن کی طرف سے جاری کردہ نامزدگی فارم ہیں جن میں ڈیفالٹرز، قرض خوروں، ٹیکس چوروں اور یوٹیلٹی بلز کی عدم ادائیگی بلز کی عدم ادائیگی کرنے والوں کو ایک طرف نا اہل قرار دیا جارہا ہے اور دوسری طرف اس قانون سے بچنے کے لئے کسی بھی کورٹ سے Stay لینے کی صورت میں چور دروازہ فراہم کرتے ہوئے اہل بھی قرار دیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں آج تک غریب عوام کی بہتری کے لئے ان بالادست طبقات کے ہاتھوں کوئی اصلاحات نافذ نہیں ہوسکیں اور نہ ہی اسلامی قوانین اور شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ ہو سکا ہے۔ چونکہ شریعت کا نفاذ ان بالادست طبقات کے مفاد میں نہیں اس لئے ان طبقات کے ہوتے ہوئے عوامی مفادات وحقوق کا تحفظ ہوسکتا ہے اور نہ شریعت کا نفاذ ممکن ہے۔ اس کی عملی مثال سابقہ حکومت کے آخری دن میں جب عوامی مسائل کے بارے میں کوئی بل منظور نہیں ہوا جبکہ ذاتی مفادات اور سیاسی خلیفوں کو خوش کرنے کے لیے راتوں رات بل منظور کیے گئے۔۔۔ ذاتی تنخواہیں بڑھانے کے لیے متفقہ قرار دادیں منظور کی گئیں۔ اسی سوچ نے ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ شہروں میں سرمایہ دار جبکہ دیہاتی علاقوں میں جاگیر دار اور وڈیرے اس نظام پر مسلط ہیں۔

4- دھن، دھونس اور دھاندلی کا آزادانہ استعمال

اس نظام میں امیدوار چونکہ محض ایک ووٹ کی برتری سے بھی کامیاب ہوسکتا ہے اس لیے ناجائز ذرائع اور سرکاری پشت پناہی کے حامل امیدوار اپنے مدمقابل کو شکست دینے اور خوفزدہ کرنے کے لئے دھن، دھونس اور دھاندلی کے تمام ممکنہ طریقوں کا آزادانہ استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان میں ہر انتخاب میں برسر اقتدار حکومتوں اور بالا دست طبقات نے دھن، دھونس اور دھاندلی کی بنیاد پر الیکشن جیتنے کے بعد بھی اپنے مدمقابل کو ذلیل ورسوا کرنے اور اسے ہر ممکن انتقام لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اسے انتہائی بہیمانہ اور غیر شریفانہ طریقوں سے نقصان پہنچاتے رہے۔ ان بالادست طبقات کو ہمیشہ یہ اطمینان رہتا ہے کہ ہمارے حلقے محفوظ ہیں اور ہمارے سوا کوئی دوسرا شخص ہمارے حلقے سے منتخب نہیں ہوسکتا اس لئے وہ اس نظام انتخاب کے تحت اپنے استحصالی، جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ مفادات کے لئے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے اور ان کی اجارہ داریاں ہمیشہ برقرار رہتی ہیں۔ ان اجارہ داریوں کے ہوتے ہوئے پاکستان کے موجودہ سماجی و سیاسی حالات میں تبدیلی کی توقع قطعاً نہیں کی جاسکتی۔

5- مفاد پرست افراد کا چناؤ

موجودہ نظام نے ہمیشہ اسمبلیوں میں بیشتر نا اہل اور مفاد پرست افراد کو بھجوایا ہے جنہوں نے ملک وقوم کی خدمت کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کا تحفظ کیا۔ ہارس ٹریڈنگ، رشوت، غبن لوٹ مار، خیانت اور ناجائز طریقوں پر کروڑوں اربوں روپے کے قرضے لینا اور دھوکہ دہی سے ان قرضوں کو معاف کروانا ان اراکین کا معمول رہا ہے۔ پارلیمنٹ ممبران میں اپنی طاقت اور اثر و رسوخ کے بل بوتے پر حکومتی اداروں کے نادہندہ ہوئے ہیں، اپنے عزیزوں کے نام پر اربوں روپے معاف کرواتے ہیں۔ یہ قرض پاکستانی عوام پر مہنگائی اور بدحالی کی صورت میں اضافی بوجھ کا سبب بنتے ہیں۔ لیکن ہمارے غریب عوام اس حقیقت سے واقف نہیں اور ہر بار اپنے پیٹ کاٹ کاٹ کر سرمایہ اور اختیار انہی لٹیروں کو دیتے رہے۔

اسی طرح عوام کی خدمت اور علاقہ کی بہتری کے نام پر کروڑوں روپے کے منصوبے منظور کروائے مگر انہیں اپنے ذاتی مفادات کے لئے استعمال کیا۔ عوام کے

منتخب نمائندوں کی حیثیت سے جتنی بھی مراعات ملیں سب اپنی ذاتی مفادات کے لئے استعمال کیں۔ کارخانوں کے لائسنس اور پرمٹ، پلاٹوں اور جاگیروں کا حصول ان اراکین کا شیوہ رہا۔ یہ نااہل اور مفاد پرست افراد ایک بالا دست طبقے کی حیثیت سے عوام کا استحصال کرتے رہے اور کر رہے ہیں، یہ لوگ ہمیشہ انتخابات کے موقع پر عوام کے خادم اور غریبوں کے ہمدرد کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ پہلے انتخابات جیتنے کے لئے لاکھوں کروڑوں روپے داؤ پر لگاتے ہیں اور پھر اسمبلی میں بیٹھتے ہی پہلے چند روز میں وہ سارا خرچہ (اصل زر) وصول کر لیتے ہیں اور بقیہ سال سارے منافع کے ہوتے ہیں۔

6- علاقائی اور فرقہ وارانہ تقسیم کا موجب

پاکستان کے چاروں صوبوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور مختلف مسالک کے لوگ آباد ہیں مگر بدقسمتی سے اس نظام انتخابات کے تحت ہمیشہ علاقائی، گروہی، لسانی اور فرقہ وارانہ مسائل کو انتخابی نعروں کے طور پر استعمال کیا گیا اور انتخابات میں نشستوں کے حصول کے لیے مختلف سیاستدانوں نے رائے دہندگان کے جذبات کو مشتعل کر کے اپنے لیے تائید حاصل کی۔ سندھ ایک عرصہ سے لسانی کشیدگی اور فسادات میں جل رہا ہے۔ ہزاروں گھرانے برباد ہو چکے ہیں اور ہزاروں لوگ اس آگ میں جل چکے ہیں۔ پنجاب، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں ایک عرصہ سے مذہبی کشیدگی اپنے عروج پر ہے اور کئی لوگ اس کشیدگی کے باعث قتل ہو چکے ہیں اور سینکڑوں بے گناہ لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ان سب فسادات کے پیچھے نام نہاد لیڈروں کے سیاسی مفادات کار فرما ہیں اور یہ مفادات محض اس نظام انتخاب کی وجہ سے ہیں جن میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے اور یہ قوم مزید تقسیم سے تقسیم تر ہوتی جا رہی ہے۔

7۔ کمزور حکومتوں کی تشکیل

اس نظام انتخابات کے ذریعے جتنی بھی حکومتیں بنیں کمزور ثابت ہوئیں اور حکومتوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوج اور بیوروکریسی کو اپنا پیشہ وارانہ کردار چھوڑ کر سیاسی کردار ادا کرنا پڑا۔ نتیجتاً سیاسی نظام میں عدم استحکام رہا۔۔۔ حکومتیں اپنی کمزوری کے باعث جلد ٹوٹتی رہیں۔۔۔ اور مارشل لا ایڈمنسٹریٹر ملک پر حکمرانی کرتے رہے۔۔۔ ملک سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی انحطاط کا شکار ہو گیا۔۔۔ سیاسی جماعتوں کو اب اس نظام میں نہ تو کسی ٹھوس پروگرام کے پیش کرنے کی ضرورت رہی اور نہ کسی دستور و منشور کی۔۔۔ انہیں نہ کوئی جانتا ہے اور نہ پڑھتا ہے۔ ہر جماعت کو جیتنے والے امیدواروں (Winning Horses) کی ضرورت ہوتی ہے اور انہی کے ذریعے انتخاب جیتا جاتا ہے اس میں عوام کا کردار محض نمائشی اور رسمی رہ گیا ہے۔ اس نظام میں یہی پہلو حکومتوں کو کمزور اور سیاسی نظام کو غیر مستحکم رکھتا ہے۔ اسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر فوجی آمریت بار بار جمہوری بساط لپیٹتی ہے اور پھر ملک اندھیروں کی نظر ہو جاتا ہے۔

8۔ نمائندوں کا احتساب ناممکن

موجودہ نظام انتخاب کے تحت نمائندے منتخب ہونے کے بعد بالعموم ہر قسم کے احتساب سے بالاتر رہتے ہیں۔ رائے دہندگان کے پاس کوئی اختیار نہیں کہ وہ اپنے نمائندوں کا احتساب کر سکیں اور نہ ہی سیاسی جماعتوں کے پاس کوئی اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی ٹکٹ پر منتخب ہونے والے نمائندوں کی گرفت کر سکیں یا پانچ سال سے پہلے ان نام نہاد نمائندگان کو تبدیل ہی کیا جا سکے۔ اس طرح یہ نمائندے نہ صرف اپنی پارٹی کے منشور اور پروگرام سے انحراف کرتے ہیں بلکہ رائے دہندگان سے کئے گئے وعدوں کو بھی فراموش کر دیتے ہیں اور اگلے انتخابات پر دھن، دھونس اور دھاندلی

کی بدولت دوبارہ منتخب ہوجاتے ہیں اور مسلسل اپنے ہی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ بدنام زمانہ ’’ قومی مفاہمتی آرڈیننس NRO‘‘ اس کی ایک مثال ہے جس کے ذریعے سیاست دانوں کو مقدس گائے قرار دے کر انہیں ہر طرح کے احتساب سے بالاتر قرار دے دیا گیا۔

9-عوام کی عدم دلچسپی میں اضافہ کا باعث

پاکستان میں اس نظام کے تحت جتنے بھی انتخابات منعقد ہوئے ان میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق زیادہ سے زیادہ 45 فیصد افراد نے رائے دہی میں حصہ لیا۔ دوتہائی رائے دہندگان نے انتخابات سے عدم دلچسپی کا اظہار کیا۔اس تناسب میں سے ووٹرز کو جبراً گاڑیوں میں بھر بھر کر ووٹ ڈلوانے کے عمل کو نکال دیں تو اپنی مرضی سے ووٹ دینے والے لوگوں کا تناسب شاید 15% سے زیادہ نہ ہوگا۔

(ا) رائے دہندگان نے ہمیشہ ان انتخابات سے بیزاری کا اظہار کیا اور عدم دلچسپی کی وجہ نظام انتخابات سے اعتبار اٹھ جانے کو بتایا اور اس نظام سے مایوسی کا اظہار کیا۔

(۲) اس نظام انتخابات میں جس طرح کے نمائندے منتخب ہوتے ہیں سنجیدہ اور تعلیم یافتہ طبقہ اسے کماحقہ اہل نہیں سمجھتا ان کی مجبوری ہے کہ جو افراد کھڑے ہیں انہی میں سے کسی ایک کے حق میں ووٹ ڈالیں۔

(۳) اس نظام انتخابات کے تحت امیدواروں کی مہم کے دوران جو ماحول بنتا ہے اور اس مہم کے نتیجہ میں پولنگ کے بعد آنے والے نتائج عوام کی توقعات کے برعکس ہوتے ہیں اور رائے دہندگان کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ ان کا ووٹ بے معنی ہے، ملکی تقدیر کے فیصلہ خفیہ قوتوں کے ہاتھ میں ہے۔لہذا اس کا ووٹ دینا نہ دینا برابر ہے۔

(۴) پولنگ کے دن سیاسی دھڑے بندیاں اپنے عروج پر ہوتی ہیں ۔ پرچی بنوانا، پولنگ سٹیشن تک جانا اور مختلف کیمپوں میں بیٹھنا ،بعض شرفاء اس کشمکش میں اپنے آپ کو فریق نہیں بنانا چاہتے چنانچہ وہ رائے دہی کیلئے اپنا حق استعمال ہی نہیں کرتے۔

10۔قومی مسائل حل کرنے میں ناکام نظام

اس نظام انتخابات کے تحت جتنی بھی حکومتیں بنیں ان کی اولین ترجیح اپنے اقتدار کو دوام دینا،اپنے مفادات کا تحفظ کرنا،حزب اختلاف کو ملک دشمن عناصر قرار دے کر انتقامی کاروائیاں کرنا اور اگلے انتخابات کے لئے ملکی حالات کو اپنے لئے ساز گار بنانے پر مرتکز رہی ہے۔اس طرح ان حکومتوں کو کبھی بھی قومی مسائل حل کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ چنانچہ قیام پاکستان کے 65 سال بعد بھی قومی مسائل حل نہیں ہو سکے بلکہ ہر اسمبلی پہلے سے موجود مسائل کے انبار میں اضافہ کر کے رخصت ہوتی جاتی ہے ۔

11۔ظلم اور اندھیر نگری پر مبنی نظام انتخابات

اس ملک میں ایک چپڑاسی کی تقرری کے لئے بھی میرٹ شرط ہے اور ایک کلرک کی تقرری کے لئے بھی تعلیمی قابلیت مقرر ہے، حتی کہ تحریری امتحان اور انٹرویو بھی لازمی ہے ۔ ایک ڈرائیور کی تقرری کیلئے بھی ٹیسٹ اور انٹرویوضروری ہے۔ الغرض کسی چھوٹی تقرری سے لے کر بڑی تقرری تک سکول ،کالج، یونیورسٹی کے اساتذہ ،ڈپٹی کمشنر، کمشنر، سیکرٹری وغیرہ کی سطح تک بغیر مطلوبہ تعلیمی قابلیت اور تجربہ کے کسی شخص کی تقرری عمل میں نہیں آتی۔

موجودہ نظام انتخابات کے تحت صرف پاکستان کی قومی اور صوبائی اسمبلیاں ایسے ادارے ہیں جہاں ایم این اے اور ایم پی اے بننے کے لئے کسی قسم کی قابلیت ،تجربہ ،مہارت کردار اور ذہانت جیسی خصوصیات کی ضرورت نہیں رہی۔بمشکل 2002ء کے انتخابات میں ارکان کی اہلیت کے لیے بی-اے کی شرط رکھی گئی تھی،مگر مفاد پرست

سیاست دانوں کے مفادات پر ضرب پڑتی تھی، نئے چہرے سامنے آرہے تھے، لہذا اس کو بھی تبدیل کر دیا گیا۔ یہاں صرف سرمایہ و دولت، غنڈوں اور رسہ گیروں کی فوج، ناجائز اور غیر قانونی اسلحہ اور حکومتی پارٹی کا ٹکٹ کی شرائط کو پورا کرنے والا شخص جیسا بھی ہو قومی یا صوبائی اسمبلی کا رکن ہوسکتا ہے۔

12۔ مہنگا ترین نظام انتخاب

موجودہ نظام انتخاب میں ٹکٹ کی خریداری سے لے کر تشہیر ،گاڑیوں کے استعمال، انتخابی دفاتر کے قیام،دفاتر میں پر تعیش کھانے ،ٹینٹ ،سپورٹرز کے لیے ٹرانسپورٹ اور دیگر اخراجات ،ووٹوں کی خریداری ،انتخابی عملہ کی تعیناتی اور اپنی حمایت کے لیے رشوت ،پولنگ والے دن سینکڑوں گاڑیوں ،ہزاروں لوگوں کے کھانے،ٹینٹ وغیرہ پر اور بعدازاں رزلٹ کو اپنے حق میں کروانے کے لیے رشوت کی ادائیگی پر اٹھنے والے کروڑوں روپے درکار ہیں۔کوئی قابل اور لائق فرد محض اس قدر خطیر رقم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے باہر ہے۔موجودہ نظام کے تحت کسی امیدوار کو قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے کے لیے 10سے 20 کروڑ جبکہ صوبائی اسمبلی کے لیے 10سے 15 کروڑ روپے درکار ہیں۔

13۔ خاندانی اجارہ داری کا ذریعہ

موجودہ نظام انتخاب میں کیونکہ سرمایہ کا بہت بڑا کردار ہے۔اس لیے پورے آسمان سیاست پر چند خاندان ہی مسلط نظر آتے ہیں۔آج پاکستانی سیاست پر لغاری، مزاری، کھوسے، چوہدری، خان، کاکڑ ،میاں ،زرداری، کاہرے، رئیسانی اور کھر وغیرہ اور اسی طرح کے خاندان چھائے ہوئے ہیں۔ مزید یہ کہ یہ سلسلہ ان کی اگلی نسلوں تک جاری ہے۔ گزشتہ 65سالوں سے ہر جماعت کا سربراہ ،اسکا بھائی، بیوی، بیٹی، بیٹا اور دیگر رشتہ دار ہماری نسلوں پر حکمرانی کر رہے ہیں۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ اس قوم پر مسلط رہنے کے لیے ایک ہی خاندان میں سے ایک فرد ایک جماعت جبکہ دوسرا فرد دوسری جماعت کی طرف سے الیکشن لڑتا ہے۔عوام کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ دونوں مدمقابل ہیں اور ہماری عوام کی یہ سادگی ہے کہ ان میں سے ایک کو جتوا دیتی ہے جبکہ کھیل اصلاً یہ ہے کہ کوئی بھی جیتے، سیٹ تو خاندان میں رہے گی۔ 65سال سے اس قوم کے ساتھ یہ ہی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

14۔ اکثریت پر اقلیت کی حکمرانی

اس ملک کی 98%عوام غریب، محنت کش اور لاچار ہے۔پڑھے لکھے نوجوان جذبہ ، ولولہ اور بیدار مغز ہونے کے باوجود نظام انتخاب کی وجہ سے آگے بڑھ نہیں سکتے جبکہ اس نظام کے ذریعے 98%عوام کی تقدیروں کے فیصلے وہ 2%خواص کرتے ہیں جن میں اکثریت کو نہ تو غریب عوام کے مسائل کا علم ہے اور نہ ہی وہ خود کبھی بھوک ،کسمپرسی اور تکلیف کی کیفیت سے گزرے ہیں۔وہ کیا جانیں کہ غریب کا دکھ کیا ہے؟......غریب کے حالات اسی وقت بدلیں گے جب ایسا نظام انتخاب رائج ہو کہ غریبوں کا نمائندہ غریبوں میں سے منتخب ہو کر اسمبلی میں جائے۔

15۔ ارکان اسمبلی کی خرید وفروخت کا ذریعہ

حکومت کی تشکیل کے وقت منشور اور ملی جذبے کے بغیر محض مفادات کے لیے الیکشن لڑنے والے کامیاب امیدواروں کی خرید وفروخت کے لیے منڈی لگائی جاتی ہے۔اور اس منڈی میں ہر کوئی زیادہ سے زیادہ داموں بکنے کے لیے اپنے دام بڑھاتا ہے۔تجزیہ ہے کہ پاکستان میں کسی بھی فرد کے پاس مطلوبہ تعداد میں ارکان اسمبلی خریدنے کے لیے پیسے ہوں تو وہ بغیر پروگرام اور منشور کے خریدی ہوئی اسمبلی کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا حکمران بن سکتا ہے۔یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ایسی اسمبلی اور ممبران کس

طرح غریب عوام کے حقوق کی ادائیگی کے حق میں فیصلہ کر سکتے ہیں اور عوامی فلاح کے لیے فیصلے کیسے ممکن ہیں۔

16- منافع بخش کاروبار اور کرپشن کا ذریعہ

موجودہ نظام انتخاب کے ذریعے ٹکٹ کی خریداری سے لے کر اسمبلی تک پہنچنے کے لیے کروڑوں روپے کے اخراجات آتے ہیں۔ممبر اسمبلی جب اس قدر خطیر رقم خرچ کرتا ہے وہ اسمبلی میں پہنچ کر اپنی سابقہ انویسٹمنٹ پوری کرنے، آئندہ الیکشن اخراجات اور منافع کے حصول کے لیے کل اخراجات سے تین گنا رقم بٹورنے کے لیے کرپشن کرتا ہے اور ضمیر تک فروخت کرنے کو تیار ہوتا ہے، ناجائز ٹھیکے دیے جاتے ہیں۔خصوصی پرمٹ اور وزارتیں سب اسی مال بنانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔اسی وجہ سے لوگ قومی سوچ، ملکی مفادات، عوامی فلاح کے جذبے سے عاری ہوتے ہیں اور غریب عوام اور پاکستان وہاں کے وہاں کھڑے ہیں۔ ریلوے، سٹیل مل، پی آئی اے اور دیگر ادارے اسی سوچ کی بھینٹ چڑھے ہیں۔

17- منشور کمزور لیکن امیدوار طاقتور

موجودہ نظام انتخاب میں ہر پارٹی کو طاقتور امیدوار (Winning Hourses) کی ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے صلاحیت ، کردار، نظریہ، پارٹی منشور کو بالائے طاق رکھ کر پارٹی قیادت ان امیدواروں کے حصول کے لیے اصولوں پر بھی سمجھوتہ کر لیتی ہے۔اسی بنا پر حکومت سازی کے بعد بھی پارٹی قیادت پروگرام کے مطابق حکومت چلانے کی بجائے ان ارکان کی خوشامدوں میں مصروف رہتی ہے اور اکثر ان کے مفادات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتی ہے۔ اسی طرح عوامی پروگرام اور بڑے بڑے نعرے سالوں کی حکمرانی کے بعد بھی ادھورے رہتے ہیں اور قوم کو پھر ایک نیا نعرہ دے کر بے وقوف بنایا جاتا ہے۔

18- گونگوں اور بہروں کی پارلیمنٹ کی تشکیل

موجودہ نظام انتخاب کے ذریعے آنے والے اراکین اسمبلی کا مقصد عوامی فلاح اور قومی مفاد کا تحفظ نہیں ہے۔اس لیے اسمبلی کے اجلاس کے دوران اراکین اسمبلی کی حاضری مکمل نہ ہونا معمول ہے۔ اخبارات کا ریکارڈ اس کا گواہ ہے۔ کئی اراکین اسمبلی میں وہ ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ بھی اپنا مائیک آن نہیں کیا اور نہ ہی اسمبلی میں بحث، نقطہ اعتراض یا ایک لفظ بھی بولا ہو بلکہ میڈیا گواہ ہے کہ ہمارے اراکین پارلیمنٹ دوران اجلاس بھی خواب خرگوش کے مزے لیتے رہتے ہیں۔ملک کے اس قدر اعلیٰ ادارے میں جہاں قوم کی تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں، قوانین بنتے ہیں اس طرح کا غیر سنجیدہ عمل فیصلہ سازی کے عمل کو مشکوک بناتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عوامی فلاح اور قومی ترقی کے حوالے سے قانون سازی نہیں ہو پاتی۔اگر کوئی فیصلہ ہو بھی جائے تو اس پر عملدرآمد کے اثرات عوام تک نہیں پہنچتے۔

19- بے وقعت و بے اختیار پارلیمنٹ

تاریخ گواہ ہے کہ اس ملک میں حکمرانوں نے ذاتی مفادات اور حکومت کو طول دینے کے لیے راتوں رات قانون سازی کروائی اور اراکین اسمبلی نے بھرپور تائید کی۔ پارلیمنٹ فیصلے کرتی ہے مگر اس کی قدر نہ ہونے کی وجہ سے عملدرآمد نہیں کرواسکتی۔ یہ پارلیمنٹ اس وقت تک طاقتور نہیں ہوسکتی جب تک اس کی تشکیل کے لیے نمائندگان کے چناؤ کے نظام (انتخابی نظام) میں تبدیلی نہ کی جائے۔

20- قانون شکن ہی قانون ساز

موجودہ نظام انتخاب کا عجیب تماشہ ہے کہ اس ملک میں قانون سازی کے لیے ان افراد کو منتخب کرنا پڑتا ہے جو خود قانون شکن ہوں اور دن دیہاڑے سرعام قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوں۔بلکہ اب تو پاکستان میں یہ

اشتہار! یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض نادان دوست اپنے ذاتی کاروبار میں تحریک اور قائد تحریک کا حوالہ دیکر لوگوں کو راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں۔ نیز مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔ (ادارہ)

بات عام ہو چکی ہے کہ اس ملک میں کوئی جتنا بڑا قانون شکن ہوگا اسی قدر بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے۔

ہمارا نقطہ نظر

پاکستان عوامی تحریک کی تشکیل ایک با مقصد اور تعمیری سیاست کے لئے ہوئی ہے اور پاکستان عوامی تحریک نے اپنے قیام سے لے کر آج تک تعمیری سیاست پر ہی کاربند ہے۔ 25 مئی 1989ء کو موچی دروازہ کے جلسہ عام میں اعلان لاہور کے مطابق پاکستان عوامی تحریک کے پلیٹ فارم سے اس نظام کے تحت انتخابات میں ایک یا دو بار حصہ لینے کا اعلان کیا گیا تھا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ 2002ء کے انتخابات میں بھر پور محنت کے ساتھ حصہ لیا۔ پاکستان عوامی تحریک نے 1990ء اور 2002ء کے انتخابات میں حصہ لے کر عملی تجربہ کیا اور نتیجے پر پہنچی ہے کہ اس نظامِ انتخابات کے تحت اہل اور با صلاحیت قیادت کا انتخاب ہرگز نہیں ہوسکتا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی قیادت میں پاکستان عوامی تحریک پر امن سیاسی جدوجہد پر یقین رکھتی ہے مگر ہم ملک اور قوم کو تباہی کے گڑھے تک پہنچانے کی سازشوں کو ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ اس لیے موجودہ نظام انتخابات اور اس سے وجود میں آنے والے استحصالی نظام کو بدلنا ناگزیر ہے۔ ہمارے نزدیک اسلام کے مشاورتی اور جمہوری ضابطوں کے تحت نمائندگی کا ایک ایسا سیاسی ماڈل جو پاکستان کے حالات، ضروریات اور تقاضوں کے مطابق ہو ملک و قوم کے بہترین مفاد میں ہے اور اس نظام انتخاب کے تحت بننے والی حکومت ہی عوام کی حقیقی نمائندہ اور صحیح جمہوری حکومت کہلا سکتی ہے۔ لہذا پاکستان عوامی تحریک ملک و قوم کے بہترین مفاد میں یہ سمجھتی ہے کہ موجودہ نظام انتخابات کو ختم کر کے ''حقیقی عوامی نمائندگی کا حامل نیا نظام انتخاب'' تشکیل دیا جائے تاکہ صحیح معنوں میں اسلامی، انقلابی، جمہوری اور فلاحی حکومت تشکیل پائے۔

جملہ مسائل کی جڑ

مندرجہ بالا تجزیے سے ثابت ہوا کہ ملک کے تمام سنگین مسائل کی جڑ کرپٹ نظام انتخاب ہے۔ اس کرپٹ نظام انتخاب نے قوم کو اس کی حقیقی نمائندگی سے محروم کردیا ہے۔ عوام کے 98 فیصد غریب و متوسط طبقات سے کسی امیدوار کا منتخب ہونا عملاً ناممکن ہو چکا ہے کیونکہ موجودہ نظام انتخاب کی خامیوں کی وجہ سے انتخابی حلقہ جات پر کرپٹ، سرمایہ دار، جاگیردار، وڈیروں، مافیا، بااثر اور حکومتی امیدواروں کا کنٹرول ہو چکا ہے۔ حتی کہ کسی حلقہ میں کوئی بڑی پارٹی اپنے انتہائی دیرینہ نظریاتی ورکر کو محض اس لئے ٹکٹ نہیں دیتی کہ وہ کروڑوں روپے خرچ نہیں کر سکتا۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ:

☆ نظام انتخاب شفاف اور سستا ہو۔

☆ نظام انتخاب حکومتی، بااثر طبقات، سرمایہ داروں اور الیکشن کمشن کے ناجائز اثر و رسوخ سے آزاد ہو۔

☆ نظام انتخاب جعلی شناختی کارڈ سازی اور جعلی ووٹس، جانبدارانہ حلقہ بندیوں و پولنگ سکیم، الیکشن عملہ کی

ملی بھگت اور پولیس انتظامیہ وغنڈہ عناصر کی ناجائز مداخلت سے پاک ہو۔

☆ تشہیر، جلسوں، ٹرانسپورٹ، الیکشن کیمپوں کے اخراجات اور سرمایہ کے ذریعے ووٹرز کی رائے پر اثر انداز ہونے جیسی انتخابی دھاندلیوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

☆ نظام انتخاب عبوری حکومتوں، لوکل باڈیز اداروں اور الیکشن کمیشن کے ناجائز اثر ورسوخ سے آزاد ہوتا کہ سیاسی جماعتیں تمام تر مصلحتوں سے بالاتر ہوکر غریب ومتوسط باصلاحیت کارکنان کو میرٹ پر اسمبلیوں میں نمائندگی کے لیے نامزد کرسکیں۔

☆ تا کہ سیاسی جماعتوں کو اقتدار کے حصول کے لئے کوئی ڈیل نہ کرنا پڑے اور نہ ہی انہیں اسکے لئے غیر فطری اتحاد بنانا پڑیں بلکہ سیاسی جماعتیں عوامی ایشوز پر اپنا حقیقی کردار ادا کرسکیں۔

موجودہ کرپٹ اور مہنگے انتخابی نظام کی وجہ سے تقریباً 70 فیصد قوم انتخابات سے کلیتاً لاتعلق ہوگئی ہے اور قوم اپنے بنیادی آئینی و انسانی حقوق سے محروم ہو گئی ہے۔لہذا یہ ملک وقوم کے ریاستی و مقتدر اداروں بشمول عدلیہ، قانون سازا داروں، سیاسی پارٹیز و اراکین پارلیمنٹ، میڈیا سیاسی جماعتوں، دانشوروں و وکلاء طبقات کی آئینی، قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اس انتہائی اہم قومی حساس مسئلہ کے حل پر توجہ دیں اور ملک وقوم کو موجودہ کرپٹ انتخابی نظام سے چھٹکارا دلا کر شفاف نظام انتخاب مہیا کریں۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری انتخابی اصلاحات کا ایک مکمل قابل عمل پیکج قوم کو دے چکے ہیں کہ آئندہ الیکشن آئین وقوانین پاکستان کے مطابق کرائیں جائیں مگر شومئی قسمت کہ حکومتی ایوانوں سے لے کر آئین و قوانین کے محافظ اداروں تک تمام اس ایجنڈے سے متفق ہونے کے باوجود اپنے اپنے مفادات کے پیش نظر اس اہمیت کے حامل قومی مفاد کے ایجنڈا کے اطلاق سے گریزاں دکھائی دیتا ہے۔

PAT حقیقی جمہوریت پر یقین رکھتی ہے

پاکستان عوامی تحریک انتخابات کے خلاف نہیں بلکہ موجودہ بدعنوان اور مہنگے انتخابی نظام کے خلاف ہے۔۔۔پاکستان عوامی تحریک جمہوریت پر یقین رکھتی ہے اور جمہوری نظام کے خلاف نہیں۔۔۔ پاکستان عوامی تحریک یہ سمجھتی ہے کہ موجودہ نظام انتخاب ملک و قوم کو حقیقی جمہوریت کی طرف نہیں بلکہ تباہی کی طرف لے کر جا رہا ہے لہذا اس کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

موجودہ نظام کا متوقع انجام

ہم نے پوری دیانتداری اور خلوص کے ساتھ موجودہ نظام انتخاب کا تجزیہ پیش کر دیا ہے اورہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اگرملک میں جاری نظام انتخاب پر مطلوبہ تبدیلیاں نہ لائی گئیں تو آئندہ سالوں میں ہونے والے عام انتخابات اور ان کے نتیجے میں قائم ہونے والی مرکزی اور صوبائی حکومتیں نہایت کمزور اور غیر مؤثر ہوں گی۔

☆ غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے گا اور معاشی بدحالی مزید بھیانک صورت اختیار کر لے گی۔

☆ مذہبی منافرت، سیاسی انتشار، صوبائی عصبیت اور طبقاتی کشمکش میں اضافہ ہوگا۔

☆ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے ذریعے مزید تباہی پھیلے گی۔

☆ اسلامی شعائر جو معاشرے سے پہلے ہی مٹ رہے ہیں مزید ناپید ہو جائیں گے۔نتیجتاً بے حیائی، عریانی، فحاشی اور اخلاقی بے راہ روی عام ہو جائے گی۔

☆ ریاستی ادارے مزید کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔حکومت اور طاقت کے مرکز ومحور ''خفیہ'' اور سازشی عناصر رہیں گے۔

☆ پاکستان نہ صرف عالم اسلام کی توقعات پر پورا

اترنے سے قاصر ہو گا بلکہ عالمی سطح پر بھی ایک ناکام ریاست کے طور پر جانا جائے گا۔

یہ سارے حالات ملک و قوم کو ایک بھیانک انجام کی طرف دھکیل رہے ہیں۔لہٰذا پاکستان عوامی تحریک ایسے عمل میں کیسے شریک ہوسکتی ہے جس کے نتائج کا تصور کرتے ہی روح کانپ اٹھتی ہے۔

دعوتِ عمل

موجودہ نظام انتخاب ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے

یہ نظام انتخاب عوام دشمن مقتدر طبقات کا محافظ ہے اور اسکی موجودگی میں پاکستان میں کسی قسم کی مثبت یا حقیقی تبدیلی آنا ممکن نہیں ہے۔ پاکستان کے جملہ مسائل کی تشخیص کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے متعدد عوامی اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ” موجودہ نظام انتخاب صرف سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی عیاشیوں کا ذریعہ ہے۔اور غریب عوام کو اپنے مسائل میں الجھا کر مایوسی کے گڑھوں میں دھکیل دیا گیا ہے۔موجودہ نظام انتخاب کے ذریعے گزشتہ 65 سالوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور آئندہ 100 سالوں تک بھی اس نظام کے تحت انتخابات ہوتے رہیں تب بھی تبدیلی نہیں آئے گی۔اس لیے قوم کو موجودہ غاصبانہ اور کرپٹ نظام کے خلاف منظم جدوجہد کرنا ہو گی۔ اس کے بغیر عوامی تقدیر بدلنا ممکن نہیں۔آج ہمیں سیاست یا ریاست میں سے کسی ایک کا چناؤ کرنا ہوگا۔“

موجودہ نظام انتخاب کے خلاف قدم اٹھانا ہوگا۔ اسی سے روشن مستقبل ، ملی غیرت ،قومی وقار،بنیادی حقوق، مساوات اورعوامی مسائل کا حل ممکن ہے۔ورنہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اسی ظلم اور جبر پر مبنی نظام کے ہاتھوں پستی رہیں گی ۔

❁❁❁❁❁

تحفیظ القرآن انسٹیٹیوٹ راولپنڈی کیمپس

انگلش میڈیم رسمی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے بچی/بچے کو حافظ قرآن بنائیں

4th,5th,6th کلاس مع حفظ القرآن

داخلہ جاری ہے

طلبا و طالبات کے لئے ہاسٹل کی سہولت

منہاج ماڈل سکول فار گرلز پلے گروپ تا 10th میں بھی داخلہ جاری ہے۔

منہاج ایجوکیشنل کمپلیکس ائیرپورٹ روڈ فضل ٹاؤن نزد الفلاح بینک راولپنڈی

051-4365071,051-5706036,051-3710044

سماجی تبدیلی مگر کیسے۔۔۔؟

پروفیسر شیخ عبدالرشید

کسی معاشرے میں تبدیلی سے مراد سماج کی ساری نظم و ترتیب بدل جانا ہے۔ جس کسی سماج میں اندرونی جدت یا بیرونی خطرے یا کسی اور دباؤ کی وجہ سے نظام کا توازن تباہ ہورہا ہو اور معاشرہ باقی رہنا چاہتا ہو تو اس کے ڈھانچے میں تبدیلی کا آنا ضروری ہے۔

پاکستان اپنی تاریخ کے سنگین ترین بحران سے دوچار ہے۔ اس بحران کا تعلق ریاست سے بھی ہے اور معاشرے سے بھی۔ ریاستی سطح پر اہم ترین مسئلہ معاشی ہے، ملک کو دیوالیہ ہونے کا زبردست خطرہ موجود ہے۔ سیاسی اداروں کی ناقص کارکردگی اور کمزور جمہوری روایات کے نتیجے میں چاروں صوبوں میں باہمی اعتماد تیزی سے ختم ہورہا ہے۔ اسلحہ کے انباروں سے لیس سیاسی و مذہبی گروہوں نے جرائم اور سیاسی عمل میں تمیز مٹادی ہے۔ امن عامہ کی تباہ کن صورتحال نے شہریوں میں عدم تحفظ کا گہرا احساس پیدا کردیا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ تیزی سے بدلتی ہوئی عالمی صورتحال میں ہم روز بروز معاشی، علمی اور معاشرتی پسماندگی کی دلدل میں دھنستے چلے جارہے ہیں۔

پاکستان کے موجودہ سماج کی اشد ضرورت ہے کہ معاشی اور سیاسی طاقت کی بنیاد کو وسیع سے وسیع تر کیا جائے۔ تبدیلی و ترقی کا ایک ایسا لائحہ عمل تیار ہو جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچاسکے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ زندگی کا ایک ایسا انداز تشکیل دیا جائے جو ہمارے افلاس اور معاشی ترقی کی موجودہ صورتحال سے مطابقت رکھتا ہو، یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سرمایہ دارانہ لوٹ مار اور جاگیردارانہ فرعونیت کے حامل ایسے معاشرے میں جہاں لوگ سیاسی فیصلوں میں شرکت سے محروم ہوں اور جس سماج میں ذمہ دار اداروں کو پنپنے ہی نہ دیا گیا ہو اور جہاں معاشی اور سیاسی قوت ایک محدود اقلیت کے گرد گھومتی ہو اور ترقی کا تمام پھل ایک خاص طبقے کے لئے مخصوص ہو وہاں تبدیلی کی بات کرنا مشکل ترین امر ہے۔

یہ فرض کرلینا کہ معاشرتی تبدیلی آسانی سے کسی معاشرے میں قدم جمالیتی ہے، درست نہیں کیونکہ سماجی تغیر کو بالعموم خوش آمدید نہیں کہا جاتا بلکہ مخصوص مفادات کے حامل افراد اور گروہ سماجی تبدیلیوں کی راہ میں دشواریاں پیدا کردیتے ہیں۔ درحقیقت لوگ اپنے طرز زندگی، خیالات و عقائد اور مواقع و مفادات سے اس قدر وابستہ ہوتے ہیں کہ معاشرے میں کسی قسم کا تغیر و تبدل پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ہر معاشرتی یا سیاسی نظام اس کے سوا کچھ نہیں کرسکتا کہ وہ بعض اقدار اور آدرشوں کو فروغ دے یا ان کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ کسی برگشتہ معاشرے میں تو جمہوریت بھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔

ماہرین عمرانیات کا خیال ہے کہ معاشرے میں تبدیلی قوت کے بل بوتے پر نہیں ہونی چاہئے اور نہ ہی

ایک مخصوص جہت کی ہونی چاہئے بلکہ معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تہذیبی دائروں میں تبدیلی بیک وقت ہونی چاہئے۔ جو تبدیلیاں کسی ایک دائرے تک محدود رہتی ہیں وہ ہر تبدیلی کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی ہیں جس طرح قدیم دور کا انسان فطرت کی قوتوں کے سامنے بے بس تھا اسی طرح جدید انسان ان معاشرتی و معاشی قوتوں کے آگے بے بس ہے جن کو اس نے خود تخلیق کیا ہے۔ وہ اپنی ہی بنائی ہوئی سماجی اقدار کی پوجا کرتا ہے اور سیاسی و معاشی بتوں کے آگے سجدہ ریز ہے اور ساتھ ہی اس خدا کا نام بھی لیتا ہے جس نے اسے تمام بتوں کو توڑنے کا حکم دیا ہے۔ ایسی منافقانہ دیوانگی کے مضمرات سے محفوظ رہنے کے لئے صحت مند معاشرے کی تخلیق ضروری ہے۔

اس معاشرے کو صحتمند بنانے کے لئے ہمیں نئے نصب العین، نئے نظریئے اور نئے روحانی مقاصد کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ تہذیب کے مرکز میں زیادہ تر ایک سی بصیرتیں ملتی ہیں۔ ہمیں اپنے اسلاف، بانیوں اور دینی اکابر کے خیالات تک رسائی حاصل ہے۔ ہم عظیم اور انسان دوست تعلیمات کے وارث بھی ہیں۔ ہمیں معاشرتی تبدیلی کے عمل کے لئے نظریئے کی ضرورت نہیں کہ دانائی سے کس طرح زندہ رہا جاتا ہے۔

دراصل ہمیں ضرورت اس امر کی ہے کہ جن باتوں پر ہم ایمان رکھتے ہیں، جن کی ہم تبلیغ کرتے ہیں اور جن کا درس دیتے ہیں ان کو سنجیدگی سے قبول کریں۔ معاشرتی تبدیلی یا سماجی بہتری کے لئے ہمارے دلوں کا انقلاب نئی دانش کا متقاضی نہیں بلکہ نئی سنجیدگی اور نئے عزم کا تقاضا کرتا ہے۔ ہمارے نصب العین یا ہمارے معاشرتی اصولوں یا قدروں کو لوگوں کے دل و دماغ میں بٹھانے کا فرض سب سے پہلے تعلیم نے ادا کرنا ہے اور یہ تلخ حقیقت ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام یہ فرض ادا کرنے کی اہلیت کا حامل ہی نہیں ہے لہذا اگر ہم کوئی مثبت اور پائیدار معاشرتی تبدیلی کے آرزومند ہیں تو ہمیں اپنے تعلیمی نظام کو تبدیل کر کے بہتر بنانا ہوگا۔

وقت آگیا ہے کہ روشن مستقبل کے لئے حقیقی تعلیم کا چراغ جلائیں، معلومات کا سیلاب اور ڈگریوں کا انبار معاشرتی تبدیلی کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ تعلیم کے ذریعے تبدیلی ہی حقیقی معاشرتی تبدیلی ہوگی۔ مثبت تبدیلی کا دروازہ کھولنے کے لئے لازم ہے کہ ہم اپنے زمینی حقائق اور روح عصر سے ہم آہنگ نظام تعلیم و تدریس بنائیں جو ہمارے سماج کی ذہنی و فکری بالیدگی کا موجب ہو۔ مضبوط و مستحکم تعلیمی بنیادوں کے ذریعے ہی ہم ایسے فکری اور تخلیقی رجحانات کو جنم دے سکتے ہیں جو معاشرے کے منفی عمل کو مثبت قوت میں بدل دیں۔ ہمیں تحمل، برداشت، رواداری کا حامل معاشرہ تشکیل دینا ہوگا جس میں تہذیبی، ادبی اور معاشی و جمہوری ادارے مستحکم ہوں۔ ہمیں دلیل کو عادت اور منطق کو ذہنی قوت بنانا ہوگا۔ جمہوریت صرف سیاست میں ہی نہیں، اپنے رویوں میں بھی لانی ہوگی۔

مختصر یہ کہ معاشرے میں بڑی تبدیلی کو سماج کی صلاحیتوں اور اجتماعی دانش کا عکاس بنانے کے لئے لازم ہے کہ کھلے دماغ اور بڑے دل کے ساتھ قومی مباحثہ شروع کیا جائے کہ ہمارے معاشرے میں تبدیلی کی خواہش اور اس کے لئے ضروری صلاحیت موجود ہے کہ نہیں؟ اور پھر متوقع تبدیلی کس طرح اور کس رفتار سے ہونی چاہئے؟ سماج میں موجود تحرک کی سمت کیا ہے اور کیا یہ مثبت ہے؟ اس عمل میں ہمارے دانشوروں، سیاسی رہنماؤں، مذہبی پیشواؤں اور ترقی کے علمبرداروں سب کو شریک ہونا چاہئے اور ہم اپنے سماج کے لئے تبدیلی کا تعین اجتماعی دانش کو بروئے کار لا کر کریں تاکہ یہ تبدیلی خارج سے ایک اور نفاذ ثابت نہ ہو۔ عالمگیریت کے عہد میں تبدیلی آنے سے زیادہ تبدیلی مسلط ہونے کا خطرہ زیادہ بڑھ گیا ہے۔ سماجی تبدیلی تاریخ کی حرکت کا نام ہے اسے برپا ہونا ہے مگر اسے اپنے دائرہ اثر میں رکھنا ہے یا اس کے زیر اثر آجانا ہے، اس کا بروقت اور مدبرانہ فیصلہ بہت ضروری ہے۔ ❁❁❁❁

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کیسا پاکستان چاہتے ہیں؟

اِنتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ آج ہم ایسے پاکستان میں رہ رہے ہیں جو بانیانِ پاکستان علامہ اقبالؒ کے خواب اور قائدِاعظمؒ کے تصور سے بہت دور جاچکا ہے۔

یہ کیسا پاکستان ہے۔۔۔؟

ہمارے مفاد پرست سیاست دانوں نے آج دو پاکستان بنا دیے ہیں:

ایک 'امیر کا پاکستان' ہے اور دوسرا 'غریب کا پاکستان' ہے۔

☆ امیر کا پاکستان جنت کا نمونہ جبکہ غریب کا پاکستان گوشہ جہنم سے بھی بدتر بنا دیا گیا ہے۔

☆ امیر کے لیے شاہانہ تعلیمی ادارے اور نصاب ہیں جب کہ غریب کے لیے انتہائی فرسودہ تعلیمی ادارے اور گھسا پٹا نصاب ہے۔

☆ امیر کے بچے ائیر کنڈیشنڈ اسکولوں میں پڑھتے ہیں جب کہ غریب کے بچے کے لیے ٹاٹ بھی میسر نہیں۔

☆ امیر کے لیے اَنواع و اَقسام کے کھانے ہیں جب کہ غریب کو دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔

☆ امیر منرل واٹر اور درآمد شدہ مشروبات پیتے ہیں جب کہ غریب کو پینے کا صاف پانی بھی میسر نہیں۔

☆ امیر درآمد شدہ شاہانہ لباس زیب تن کرتے ہیں جب کہ غریب کے بچے لنڈے کی اُترن پہننے کے قابل بھی نہیں رہے۔

☆ امیر کے لیے بیرونِ ملک علاج کی مفت سہولتیں ہیں جب کہ غریب کے لیے پہلے تو علاج ہی نہیں اور اگر ہے تو نہایت مہنگا ہے۔

☆ امیر کے پاس محلات نما گھر ہیں جب کہ غریب کو سر ڈھانپنے کے لیے جھونپڑی بھی میسر نہیں۔

☆ 95 فیصد عوام کے وسائل پر 5 فیصد سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا قبضہ ہے۔

☆ غریب صرف امیروں کے نعرے لگاتے اور امیر حکمرانی کے حق دار ٹھہرتے ہیں۔

یہ ملک 65 سال میں اس مقام پر پہنچا دیا گیا ہے کہ ہر طرف مایوسی ہے، خوف و دہشت ہے اور خودکشیاں ہیں۔

اِس کی ایک ہی وجہ ہے! اور وہ ہے:

ہمارا غریب دشمن سیاسی و انتخابی نظام!

یہ نظام غریب کو دباتا اور امیر کو طاقتور بناتا ہے۔ اِسی کی وجہ سے ہم ترقی نہیں کر سکے اور وطن عزیز روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ پورا ملک سیاسی عدمِ اِستحکام اور معاشی بدحالی کا شکار ہے۔ عوام کی زندگی مشکل سے مشکل تر ہوتی جا رہی ہے۔

اِس سسٹم کے تحت بننے والی نام نہاد عوامی حکومتوں کی کارکردگی کی صرف ایک مثال آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ خود موازنہ کریں کہ پانچ سالوں میں اشیاے ضروریہ کی قیمتوں میں کتنا ہوشربا اِضافہ رُونما ہوا ہے۔

اَشیاء	2008ء	2013ء	اَشیاء	2008ء	2013ء
پٹرول	56 روپے فی لٹر	103 روپے فی لٹر	ڈیزل	39 روپے فی لیٹر	110 روپے فی کلو
ڈالر	68 روپے	100 روپے	آٹا	12 روپے فی کلو	42 روپے فی کلو
دودھ	23 روپے فی لٹر	70 روپے فی کلو	آئل	70 روپے فی لیٹر	190 روپے فی کلو
چائے	65 روپے فی پیکٹ	145 روپے فی پیکٹ	مرغی	71 روپے فی کلو	145 روپے فی کلو
چھوٹا گوشت	230 روپے فی کلو	580 روپے فی کلو	دالیں	70 روپے فی کلو	150 روپے فی کلو
CNG	30 روپے فی کلو	75 روپے فی کلو	چینی	27 روپے فی کلو	55روپے فی کلو
یوریا	700 روپے فی بوری	1810 روپے فی بوری	بڑا گوشت	120 روپے فی کلو	280 روپے فی کلو
بجلی	3.13 روپے فی یونٹ	13.38روپے فی یونٹ			

اِس خرابی کا ذِمّہ دار کون؟

اِس حد تک خراب صورت حال کی ذِمہ داری یقیناً ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے۔ ہم اِس نظام کے گھناؤنے چہرے کو نہ پہچان کر اپنا ووٹ مفاد پرستوں، ٹیکس چوروں، بجلی چوروں، جعلی ڈگری والوں اور قرض خوروں کو دے کر اپنا نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ اِس گھناؤنے عمل پر ہمیں مجبور کرتا ہے ہمارا کرپٹ نظامِ اِنتخاب۔ **اِسی لیے ہم کہتے ہیں:**

یہ نظام عوام دشمن ہے کیونکہ

یہ نظام! سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مفادات کا محافظ ہے۔

یہ نظام! دھن، دھونس اور دھاندلی کے آزادانہ استعمال کا ذریعہ ہے۔

یہ نظام! قوم کو علاقوں، زبانوں، فرقوں اور دیگر تعصّبات کی بنیاد پر تقسیم کرنے کا سبب ہے۔

یہ نظام! قومی نمائندوں کا اِحتساب کرنے سے قاصر ہے۔

یہ نظام! عوامی مسائل حل کرنے میں بری طرح ناکام ہوگیا ہے۔

یہ نظام! مہنگا ترین نظامِ اِنتخاب ہے۔

یہ نظام! ملک میں چند خاندانوں کی اِجارہ داری میں معاون و مددگار ہے۔

یہ نظام! اَکثریتی طبقہ پر اَقلیتی طبقہ کی حکمرانی قائم کرتا ہے۔

یہ نظام! اَراکینِ اَسمبلی کی کھلے عام خرید وفروخت کا ذریعہ ہے۔

یہ نظام! ایک منافع بخش سیاسی کاروبار اور کرپشن کا ذریعہ ہے۔

یہ نظام! قانون شکنوں کو گرفتار کرنے کی بجائے قانون سازی کے منصب پر بٹھاتا ہے۔

یہ نظام! غریب دشمن اور اَمیر پرور ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کیسا پاکستان چاہتے ہیں؟

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زیرِ قیادت پاکستان عوامی تحریک موجودہ غریب دشمن نظام سیاست میں حقیقی تبدیلی کے لیے کوشاں ہے۔ ہم ایک ایسا پاکستان چاہتے ہیں جو علامہ اِقبالؒ کے خوابوں کے تعبیر قائد اَعظم کے تصوّرات

کی تکمیل اور حقیقی معنوں میں اِسلامی و فلاحی جمہوری ریاست ہو۔ ایک ایسا پاکستان جس میں:

۱۔ ایک خاندان کے لیے زرعی اَراضی کی حد 50 ایکڑ مقرر ہو۔ ۲۔ بے زمین کسان کو مفت زمین ملے۔

۳۔ ہر نوجوان کو روزگار میسر ہو یا دس ہزار روپے ماہانہ بے روزگار الاؤنس ملتا ہو۔

۴۔ ہر بے گھر خاندان کو مفت پانچ مرلہ پلاٹ اور گھروں کی تعمیر کے لیے آسان شرائط پر قرضے میسر ہوں۔

۵۔ اِستحصالی سرمایہ داریت کا نام ونشان تک نہ ہو اور تمام ملوں اور فیکٹریوں کے منافع میں مزدور پچاس فیصد تک حصہ دار ہوں۔

۶۔ دہشت گردی کے خاتمے کی قومی پالیسی بنا کر دہشت گردوں کو قرار واقعی سزا دی جائے تا کہ پاکستان اُمن کا گہوارہ ہو۔

۷۔ اِختیارات نچلی سطح پر منتقل ہوں۔ مرکز کے پاس کرنسی، دفاع، خارجہ پالیسی، ہائر ایجوکیشن، Inland Security & Counter Terrorism جیسے بنیادی محکمے ہوں۔ باقی محکمے صوبوں اور ضلعی حکومتوں کو منتقل کر دیے جائیں۔

۸۔ مقامی حکومتوں کے اِنتخابات کرائے جائیں اور اُنہیں مالی و اِنتظامی اور سیاسی اِختیارات منتقل کیے جائیں۔

۹۔ SHO کا تعلق متعلقہ علاقے سے ہو اور اس کی منظوری یونین کونسل دے۔

۱۰۔ یکساں نصاب کے تحت میٹرک تک لازمی اور معیاری تعلیم مفت ہو اور اَعلیٰ تعلیم کے لیے ہر خواہش مند طالب علم کو مناسب مواقع ملیں۔

۱۱۔ خواتین کو مساوی مواقع اور مکمل سماجی و معاشی تحفظ فراہم ہو اور ان کے خلاف تمام امتیازی قوانین ختم ہوں۔

۱۲۔ ہر شہری کو اس کی تحصیلی و ضلعی عدالتوں میں ہی سستا اور فوری انصاف فراہم ہو، جج غیر سیاسی ہوں اور ججوں کی تعداد میں مناسب اِضافہ ہو۔

۱۳۔ امیروں پر ٹیکس کی شرح زیادہ اور متوسط طبقہ پر کم ہو جب کہ غریبوں پر بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی طرح کا ٹیکس نہ ہو۔

۱۴۔ غریب و متوسط گھرانوں کے لیے بجلی، پانی، گیس اور فون کے بلوں پر ٹیکسز نہ ہوں۔

۱۵۔ سرکاری، غیر سرکاری اور بڑے چھوٹے ملازمین کی تنخواہوں میں پایا جانے والا فرق کم سے کم ہو۔

۱۶۔ کرپٹ لوگوں کا سخت اِحتساب ہو اور لوٹی ہوئی دولت کی واپسی کا مستقل اور شفاف نظام ہو۔

۱۷۔ صدر، وزیرِ اَعظم، گورنر اور وزراء اَعلیٰ کے پاس بے تحاشا صوابدیدی اختیارات اور خصوصی مراعات نہ ہوں۔

۱۸۔ MNAs اور MPAs کو صوابدیدی اور ترقیاتی فنڈز دینے کا مکروہ سلسلہ بند ہو۔

۱۹۔ شاہانہ صدارتی محل، وزیرِ اعظم ہاؤس، گورنر ہاؤسز اور وزراء اعلیٰ ہاؤسز کی جگہ یونیورسٹیاں، لائبریریاں اور ہسپتال قائم ہوں۔

۲۰۔ متناسب نمائندگی کا نظامِ انتخابات (Parliamentary System of Proportional Representation) ہو تا کہ ووٹ حلقہ پر نہیں بلکہ لیڈر شپ، منشور اور قومی پالیسیوں پر دیا جائے اور وزیرِ اَعظم قائدِ ایوان نہ ہو بلکہ قائدِ عوام ہو۔

۲۱۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن کی جاری کردہ ڈگریاں کینیڈا، امریکہ اور انگلینڈ کی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کے برابر ہوں۔

۲۲۔ تمام شہریوں کو یکساں اور مفت علاج کی سہولتیں میسر ہوں۔

۲۳۔ لسانی اور نسلی بنیادوں پر نئے صوبے بنانے کی بجائے اِنتظامی بنیادوں پر ڈویژن کو صوبے کا درجہ دے کر تمام صوبائی اَخراجات ختم کیے جائیں تا کہ عوام کا سرمایہ عوامی و فلاحی منصوبوں پر خرچ ہو۔

یہ سب کچھ اُس وقت ہی ممکن ہے جب اَسمبلیاں عوام کے حقیقی نمائندوں پر مشتمل ہوں گی؛

جو موجودہ کرپٹ نظامِ اِنتخاب کی تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں۔

ہماری جد و جہد

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اِسی فرسودہ، اِستحصالی اور غریب دشمن نظام کے خلاف جد و جہد کا آغاز کیا ہے۔ 32 سالہ جد و جہد کے تناظر میں ہی 23 دسمبر 2012ء کو مینارِ پاکستان میں جلسہ عام اور بعد ازاں اسلام آباد لانگ مارچ اور دیگر عوامی اِجتماعات کا انعقاد کیا گیا۔ پاکستان عوامی تحریک موجودہ کرپٹ نظام کو مسترد کرتے ہوئے اس کے خلاف ملک گیر جد و جہد جاری رکھے ہوئے ہے جو اس ظالمانہ نظام کے زمین بوس ہونے تک جاری رہے گی (اِن شاء اللہ)۔ اِسی سلسلہ میں ملک بھر کے تمام شہروں میں پولنگ ڈے پر اِس نظام کے خلاف دھرنے دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ عوام کے حقوق کی آواز بلند کی جاسکے۔

اگر آپ وطنِ عزیز میں حقیقی تبدیلی چاہتے ہیں تو عوام دشمنوں، ٹیکس چوروں، لٹیروں، جعلی ڈگری کے حامل لوگوں کا راستہ روکنے کے لیے اس نظامِ اِنتخاب کو مسترد کردیں جو پاکستان کی تمام بیماریوں کی جڑ اور عوام کا حقیقی دشمن ہے۔

آیئے! اِس نظام کے خلاف منظّم جد و جہد کے لیے ہمارا ساتھ دیں اور **11** مئی کو اس ظالم نظام کو ووٹ دینے کی بجائے اپنے شہر میں ہونے والے دھرنے میں اپنی فیملی کے ساتھ بھرپور شرکت کریں۔

کرپٹ نظام سے لڑنا ہوگا .... 11 مئی کو دھرنا ہوگا۔

❁❁❁❁❁

شیخ الاسلام کی طرف سے مرکزی قائدین کیلئے ایوارڈز کا اعلان

گذشتہ ماہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے درج ذیل مرکزی قائدین کیلئے گذشتہ مہینوں میں ہونے والے تاریخی پروگرامز میں غیر معمولی کارکردگی اور اعلیٰ خدمات کے اعتراف میں ایوارڈز دینے کا اعلان فرمایا:

''نشانِ منہاج'' ایوارڈ: درج ذیل احباب کو نشانِ منہاج دینے کا اعلان کیا گیا:

☆محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی ۔۔۔بطور ناظم اعلی تحریک 10 سالہ شاندار خدمات اور بہترین کارکردگی

☆نائب امیر تحریک محترم بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان۔۔۔شاندار انتظامی خدمات

☆ناظم اعلیٰ تحریک محترم شیخ زاہد فیاض ۔۔۔شاندار تنظیمی خدمات

''تمغہ خدمت'': درج ذیل احباب کی غیر معمولی کارکردگی پر ''تمغہ خدمت'' گولڈ میڈل دینے کا اعلان کیا گیا:

☆محترم احمد نواز انجم (امیر پنجاب) ☆محترم ساجد محمود بھٹی (ناظم تنظیمات) ☆محترم جاوید اقبال قادری (ناظم مالیات) ☆محترم جواد حامد (ناظم اجتماعات) ☆محترمہ نوشابہ ضیاء (صدر ویمن لیگ) ☆محترم تجمل انقلابی (صدرMSM) ☆محترم بابر چوہدری (صدر یوتھ لیگ) ☆محترم علامہ فرحت حسین شاہ (ناظم علماء کونسل) ☆محترم محمد ارشاد طاہر (امیر تحریک لاہور)

ہم محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، نائب امیر تحریک محترم بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان اور ناظم اعلیٰ محترم شیخ زاہد فیاض کو ''نشان منہاج'' اور دیگر قائدین کیلئے تمغہ خدمت گولڈ میڈل کے اعلان پر انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید برکت عطا فرمائے اور قائد کی فکر کے حقیقی امین اور پاسبان کے طور پر عزم و استقامت کے ساتھ مشن کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام احتجاجی ریلیز کا انعقاد

کرپٹ، ظالمانہ اور غریب دشمن نظام کے خلاف پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام ملک بھر میں احتجاجی ریلیز کا انعقاد کیا گیا جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

☆ جہلم: پاکستان عوامی تحریک جہلم کے زیر اہتمام 7 اپریل کو کرپٹ انتخابی نظام کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ جس کی قیادت سیکرٹری جنرل پاکستان عوامی تحریک خرم نواز گنڈاپور نے کی جبکہ ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن شیخ زاہد فیاض نے خصوصی شرکت کی۔ ریلی میں جہلم بھر سے ہزاروں خواتین وحضرات نے شرکت کی۔

پاکستان عوامی تحریک کے سیکرٹری جنرل خرم نواز گنڈاپور نے ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ پاکستان، قوم کو تلاش کر رہا ہے۔ ہم پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان تو ہیں مگر پاکستانی نہیں رہے۔ آج گروہوں میں بٹے رہنے کی روش سے تائب ہو کر پھر سے قوم بننا ہوگا۔ موجودہ انتخابی نظام کے ہوتے درست قیادت کا انتخاب نہیں ہو سکتا، عوام کو انتخابی اصلاحات کے یک نکاتی ایجنڈے پر متفق ہو کر تبدیلی کی جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا۔

ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن شیخ زاہد فیاض نے اپنے خطاب میں کہا کہ عوامی مسائل کا ذمہ دار یہ ظالمانہ نظام انتخاب ہے۔ ملک وعوام کو مسائل کی گرداب سے نکالنے کیلئے ملک میں حقیقی تبدیلی کیلئے سنجیدہ، موثر اور حقیقی جدوجہد کے لئے پاکستان عوامی تحریک کا ساتھ دینا ہوگا۔ موجودہ نظام انتخاب مخدوش اور بوسیدہ ترین عمارت ہے جس سے ملک وقوم کو شدید ترین خطرہ ہے اس لئے اسے مسمار کر کے اسکی تعمیر نو کی ضرورت ہے۔ مرمت سے کام چلانے کی کوشش قوم کو ملبے تلے دبانے کا مکروہ اقدام ہوگا۔ موجودہ نظام کے تحت ووٹ ڈالنا جرم ہوگا۔ اس جرم میں شامل ہونے کی بجائے عوام کو شعور و آگہی دینے کی چھتری تلے پاکستان عوامی تحریک کے دھرنوں میں شریک ہو کر پوری دنیا کو جمہوری شعور کا ثبوت دینا ہوگا۔

☆ ایبٹ آباد: کرپٹ، ظالمانہ اور غریب دشمن نظام کے خلاف ایبٹ آباد میں شدید بارش کے باوجود میرپور کالا پل تا ایم سی بی چوک ایبٹ آباد تک 13 اپریل کو ریلی نکالی گئی۔ ریلی کی قیادت مرکزی سیکرٹری جنرل پاکستان عوامی تحریک خرم نواز گنڈاپور نے کی۔ ریلی میں مرکزی سیکرٹری جنرل یوتھ لیگ رفیق صدیقی کے علاوہ پاکستان عوامی تحریک خیبر پختونخواہ کے صدر خالد محمود درانی، جنرل سیکرٹری راجہ وقار احمد، امیر تحریک منہاج القرآن خیبر پختونخواہ مشتاق علی خان سہروردی، نگران ہزارہ ڈویژن محمد ارشد نے شرکت کی۔ ریلی کے شرکاء نے کرپٹ اور غریب دشمن نظام کے خلاف نعروں والے بینرز اٹھا رکھے تھے۔ احتجاجی ریلی میں کثیر تعداد میں طلبہ اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے شرکت کی۔ ریلی سے مرکزی سیکرٹری جنرل خرم نواز گنڈاپور نے الیکشن کمیشن کی ملی بھگت اور کرپٹ نظام کے بارے میں عوام کو آگاہ کیا۔ ان کے علاوہ ہزارہ حریت محاذ کے مرکزی صدر نصیر خان جدون نے بھی ریلی سے خطاب میں کہا کہ ہم ڈاکٹر طاہرالقادری کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے 11 مئی کو پاکستان عوامی تحریک کے ساتھ دھرنوں میں بھرپور شرکت کریں گے۔

ریلی سے رفیق صدیقی، مشتاق علی خان سہروردی، مظہر خیال، خضر حیات اور جاوید قادری نے بھی خطاب کیا۔ آخر میں ریلی کے شرکاء نے شہدائے ہزارہ کی شہادت گاہ پر پھول چڑھائے۔

☆ سیالکوٹ: شہر اقبال سیالکوٹ میں کرپٹ انتخابی نظام کے خلاف پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام تاریخی موٹر سائیکل ریلی نکالی گئی۔ جس کی قیادت مرکزی

ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن شیخ زاہد فیاض نے کی۔ ہزاروں موٹر سائیکلوں پر مشتمل ریلی کا آغاز 14 اپریل کو صاحب میرج ہال شہاباں پھاٹک سے ہوا۔ مختلف سیاسی اور سماجی کارکنوں نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے معزز مہمانوں کا والہانہ استقبال کیا۔

ریلی کے اختتام پر خطاب کرتے ہوئے مہمان خصوصی شیخ زاہد فیاض نے کہا کہ مہنگائی اور بیروزگاری کے بوجھ میں دبی ہوئی اس غریب پاکستانی قوم پر بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ کے عذاب نے عوام کو کرپٹ سسٹم کے اندر ہونے والے انتخابی ڈرامے کے بارے میں سوچنے کی حس مار ڈالی ہے۔ غریب عوام کو اس بات کا شعور نہیں کہ ان کے ساتھ الیکشن کے نام پر کتنے بڑے ظلم پر مبنی ڈرامہ ہونے جا رہا ہے۔ تبدیلی کا خواب لیکر آنے والے لوگ جو اس کرپٹ انتخابی نظام کا حصہ بن کر الیکشن لڑیں گے، یہ الیکشن ان کو سوائے مایوسی کے کچھ بھی نہیں دے گا۔ وہی بدعنوان عناصر دوبارہ منتخب ہوکر اسمبلیوں میں جعلی مینڈیٹ لیکر آجائیں گے اور اس قوم پر عذاب کی طرح مسلط ہو جائیں گے۔ آرٹیکل 62 اور 63 کا مذاق جس قدر اس اپاہج الیکشن کمیشن نے اڑایا ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ کلمے اور جنازے سن کر ان لوگوں کی اربوں روپوں کی لوٹ مار پر پردہ ڈال کر اور 62 اور 63 کے نام پر ان کو بری کردینا قانون اور پاکستان کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے۔

اس موقع پر عفنان بابر (مرکزی نائب ناظمہ منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان)، صاحبزادہ ظہیر احمد

ممبر ہاؤس آف لارڈز برطانیہ محترم لارڈ نذیر احمد کی شیخ الاسلام سے ملاقات

برطانیہ میں ہاؤس آف لارڈ کے پاکستان نژاد ممبر لارڈ نذیر احمد نے گزشتہ ماہ لندن میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے ملاقات کی۔ دو گھنٹے تک جاری رہنے والی طویل ملاقات میں گزشتہ مہینوں میں بیداریِ شعور مہم کے ذریعے تحریک منہاج القرآن کے دھرنوں، سیاسی کرپٹ مافیا کے مک مکا، ملکی دولت لوٹنے کی مشترکہ سازشوں اور کرپٹ نظام کے نقصانات اور پاکستانی سیاسی و انتخابی نظام زیر بحث رہا۔

اس موقع پر لارڈ نذیر احمد نے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری کے پاکستان کے سیاسی وانتخابی نظام پر تحفظات کے حوالے سے وہ مکمل متفق ہیں اور با اثر اداروں اور پاکستانی عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ مزید پانچ سال رگڑا کھانے اور پچھتانے سے بہتر ہے کہ وہ ابھی سے اپنے تاریک مستقبل کو روشن اور پر امید بنانے کی تگ و دو کریں۔ ورنہ کرپٹ مافیا اور قبضہ گروپ محض چہرے بدل کر ان پر مسلط کر دیا جائے گا۔ آئندہ انتخابی عمل میں کسی بھی فرد واحد کو آئین کی 62،63 شق کی چھلنی سے بچنے کا راستہ فراہم کرنا ملک سے غداری کے برابر ہے۔ گزشتہ حکومت نے کرپشن کے تمام ریکارڈ توڑ کر ملک کو اندھیر نگری میں تبدیل کر دیا ہے۔ جمہوریت کا الاپ الاپنے والے ذاتی مفادات کی بجائے قومی اور عوامی اجتماعی مفادات کو مدِ نظر رکھ کے فیصلے کریں۔ دنیا بھر کے اوورسیز پاکستانی اس بات سے متفق ہیں کہ پاکستان کو کرپشن، بددیانت اور لوٹ کھسوٹ قیادت کی بجائے قابل، دیانت دار اور باغیرت قیادت کی ضرورت ہے جو اندرون و بیرون ممالک پاکستانیوں کے لیے نیک نامی کا باعث بنے۔ لارڈ نذیر احمد نے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے اقدامات کو پسے ہوئے طبقے کی آواز قرار دیتے ہوئے اس امید کا اظہار کیا کہ ان کی تحریک کے باعث 62،63 شق کے حوالے سے بیداریءشعور کے نتائج آئندہ انتخابات میں سامنے آئیں گے اور اگر بااثر اداروں نے اس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی گئی تو بدقسمتی سے ملک تباہی اور عدم استحکام کا شکار ہو جائے گا۔ اس موقعہ پر داؤد حسین مشہدی، ڈاکٹر زاہد اقبال اور بیرسٹر اسلام چوہدری بھی موجود تھے۔

نقشبندی (کوآرڈینٹر پاکستان عوامی تحریک گوجرانوالہ ڈویژن)، ملک باسط (نائب صدر پاکستان عوامی تحریک پنجاب)، محمد سلیم بٹ صاحب (ضلعی امیر تحریک منہاج القرآن سیالکوٹ)، حاجی سرفراز احمد چوہدری (ضلعی صدر پاکستان عوامی تحریک سیالکوٹ)، میاں محمد رضا (صدر پاکستان عوامی تحریک تحصیل سیالکوٹ)، اور راشد محمود باجوہ (صدر تحریک منہاج القرآن سیالکوٹ) نے اپنے خطاب میں کرپٹ انتخابی نظام کے بارے میں ہزاروں افراد پر مشتمل شرکاء ریلی کو اس کی بوسیدگی کے بارے میں بتایا اور 11 مئی والے دن کشمیر روڈ سیالکوٹ میں دھرنے میں بھرپور شرکت کی دعوت دی۔

☆ **گجرات:** کرپٹ انتخابی نظام کے خلاف پاکستان عوامی تحریک گجرات کے زیراہتمام 14 اپریل 2013ء کو ریلی نکالی گئی جس کی قیادت مرکزی سیکرٹری کوآرڈینیشن پاکستان عوامی تحریک ساجد محمود بھٹی اور مرکزی ناظم علماء کونسل سید فرحت حسین شاہ نے کی۔ ریلی کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے ساجد بھٹی نے کہا کہ پاکستان عوامی تحریک کی بیداری شعور مہم ملک میں حقیقی تبدیلی کی بنیاد ثابت ہو گی۔ 11 مئی کو ساری قوم اس فرسودہ اور ظالمانہ نظام انتخاب کو مسترد کرتے ہوئے پاکستان عوامی تحریک کے تحت ہونے والے پرامن دھرنوں میں شریک ہوکر حقیقی تبدیلی کی جدوجہد میں شامل ہوں۔ اس سلسلہ میں صوبوں کا احساس محرومی ختم کرنے کیلئے فوری اقدامات کرنا ہو نگے۔ بلوچستان کی صورتحال کے ہم سب ذمہ دار ہیں، عوام کو اپنی ترجیحات بدلنا ہونگی۔ منشور کی سیاست کو موجودہ انتخابی نظام نے دفن کر دیا ہے۔ حقیقی جمہوریت کے قیام کیلئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر کردار ادا کرنا ہوگا۔

☆ کرپٹ نظام کے خلاف پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام سرگودھا میں 14 اپریل 2013ء احتجاجی ریلی کو انعقاد کیا گیا۔

☆ احتجاجی ریلیوں کے اسی سلسلے میں لاہور میں 21 اپریل 2013ء کو عظیم الشان احتجاجی ریلی منعقد ہوئی۔

☆ کرپٹ نظام کے خلاف گوجرانوالہ میں 26 اپریل 2013ء کو احتجاجی ریلی میں ہزاروں افراد نے خصوصی شرکت کی۔

☆ کراچی میں بھی ظالمانہ اور غریب دشمن نظام کے خلاف اہلیان کراچی نے پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام 27 اپریل 2013ء کو احتجاجی ریلی میں ہزاروں کی تعداد میں شرکت کرکے اس نظام پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔

محترم ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی کا سانحہ ارتحال

مورخہ 16 اپریل بروز منگل ملک وملت کے عظیم علمی سپوت اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے استاذی گرامی محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی طویل علالت کے بعد دارِفنا سے دار بقا کی طرف رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ مفتی اعظم تحریک منہاج القرآن محترم مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی نے پڑھائی جس میں منہاج یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی سمیت بہت سے تعلیمی اداروں کی علمی شخصیات اور دانشوروں وطلباء کی اکثریت نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ منہاج یونیورسٹی میں محترم ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی عرصہ دراز تک شیخ الجامعہ کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ان کی وفات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ان کے صاحبزادوں سے اظہارتعزیت کیا اور اسے پاکستان سمیت عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔ ان کی علمی اور دینی خدمات پر ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں تفصیلی مضمون شامل اشاعت کیا جائے گا۔